دینی، دعوتی، علمی، ادبی، تحقیقی، فکری اور اصلاحی ترجمان

ماہنامہ نقوش اسلام

VOL.No.10 | اگست/ستمبر ۲۰۱۵ء (August.Sep2015) ذی قعدہ، ذی الحجہ ۱۴۳۶ھ | Issue.No.6,7

مجلس سرپرستان

مرشدالامت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
ولی مرتاض حضرت مولانا سید مکرم حسین سنسارپوری
عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم رائے پوری
پیر طریقت حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی

مجلس مشاورت

مولانا سعیدالرحمٰن اعظمی ندوی مولانا سید واضح رشید حسنی ندوی
مولانا بلال عبدالحئی حسنی ندوی مولانا محمد عامر صدیقی ندوی
مولانا محمد احمد صالح جی الحاج موسیٰ اسماعیل درسوت
مولانا حافظ محمد ایوب، مولانا حسن مرچی، مولانا محمد زکریا پٹیل
مولانا یحییٰ بام، مولانا رشید احمد ندوی، مولانا محمد منذر ندوی

مجلس ادارت

مولانا سید محمود حسن حسنی ندوی ❁ مولانا محمد عمر قاسمی مجاہد پوری ❁ مولانا حمیداللہ قاسمی کبیرنگری

چیف ایڈیٹر: محمد مسعود عزیزی ندوی
مدیر انتظامی: حافظ عبدالستار عزیزی
مدیر معاون: ڈاکٹر مرغوب عالم عزیزی

ترسیل زر اور خط و کتابت کا پتہ

NUQOOSH-E- ISLAM
MUZAFFARABAD.SAHARANPUR.247129
(U.P)INDIA. Cell.09719831058
E.mail : nuqooshe_islam@yahoo.co.in
masood_azizinadwi@yahoo.co.in
www. nuqoosheislam.com , www. mifiin.org
ماہنامہ ''نقوش اسلام'' مظفرآباد، سہارنپور 247129 (یوپی) انڈیا

شرح خریداری

ہندوستان کے لیے

فی شمارہ......................۲۰/روپئے
سالانہ......................۲۴۰/روپئے
خصوصی...... ......۵۰۰۰/روپئے
ایشیائی، یورپی افریقی وامریکی ممالک کے لیے ۵۰/ڈالر

رسالہ کے جملہ امور سے متعلق اس نمبر پر رابطہ کریں: 09719639955

منیجر توسیع واشاعت: قاری محمد صالحین
09675335910/09813806392

Markazu Ihyail Fikril Islami , A/C No. 30416183580,S.B.I
Monthly Nuqoosh-e-Islam, A/C No. 30557882360,S.B.I

PRINTED, PUBLISHED AND OWNED: MD FURQAN
PRINTEDAT LUXMI PRINTING PRESS SAHARANPUR
EDITOR: MD FURQAN

iles\A017.TI not found. Files\A025.TIF not found. iles\A017.TI not found.

اس شمارے میں

عناوین	مضمون نگار	صفحہ
اداریہ		۳
تعلیم کے ساتھ تربیت بھی ضروری	محمد مسعود عزیزی ندوی	
دعوت دین		۶
شاید کہ اتر جائے ترے دل میں میری بات	مولانا محمد سعد کاندھلوی	
ارکان اسلام		۱۲
حج-ایک عاشقانہ سفر	مولانا خورشید عالم قاسمی	
اخلاقیات		۱۶
ہمارے یہ اخلاق......شرمائے یہود	مولانا محمد الیاس ندوی بھٹکلی	
فکروعمل		۱۹
قربانی کی حقیقت......اس کے مسائل	حمید اللہ قاسمی کبیرنگری	
حسن معاشرت		۲۲
بیویوں کے ساتھ حسن سلوک	محمد مسعود عزیزی ندوی	
تجزیہ		۳۲
ہندوستان میں داعش کی آہٹ	مولانا شمس تبریز قاسمی، دیوبند	
خبریں		۳۵
مرکز کے شب وروز	حافظ عبدالستار عزیزی	
جائزہ		۳۶
موجودہ مدارس اسلامیہ کی......اصلاح	مولانا سید محمد ریاض ندوی	
غوروفکر		۴۰
بارش خون شہیداں	مولانا فتح محمد ندوی، دہلی	
اصلاح معاشرہ		۴۲
اسلام میں طلاق کا قانون اور اسکا فلسفہ	مولانا محمد عمر قاسمی مجاہد پوری	
تبصرے		۴۷
نئی کتابوں پر تبصرہ	محمد مسعود عزیزی ندوی	

ماہنامہ ''نقوش اسلام'' کے لئے شرح اشتہار

ٹائٹل صفحہ آخر رنگین	(فل سائز)	۳۰۰۰............
// // اول اندرونی	// // //	۲۵۰۰............
// // آخر اندرونی	// // //	۲۰۰۰............
صفحہ اندرونی	(فل سائز)	۱۰۰۰............
آدھا صفحہ اندرونی		۶۰۰............
۱/۴ صفحہ //		۴۰۰............

اس دائرے میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ اسی رسالہ کے ساتھ آپ کی سالانہ مدت خریداری پوری ہورہی ہے، لہٰذا آئندہ کے لیے جلد ہی زرتعاون مبلغ ۲۴۰ روپئے ارسال فرمائیں، تاکہ رسالہ کو جاری رکھا جاسکے۔ (ادارہ)

نوٹ: شائع شدہ مضامین سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں، ہر قسم کی چارہ جوئی کا حق صرف عدالت سہارنپور کو ہی ہوگا۔

پرنٹر پبلیشر: محمد فرقان نے لکشمی آفسیٹ پریس سہارنپور میں طبع کرا کے دفتر ماہنامہ نقوش اسلام مظفرآباد سے شائع کیا

کمپوزنگ: عزیزی کمپیوٹر سینٹر: مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفرآباد، سہارنپور، یوپی (الھند)

اداریہ

تعلیم کے ساتھ تربیت بھی ضروری

محمد مسعود عزیزی ندوی

انسانی زندگی میں تعلیم وتربیت کی ہمیشہ اہمیت وافادیت رہی ہے، بلکہ جب جب تعلیم کے ساتھ تربیت کا فقدان ہوا ہے، تو اس تعلیم نے انسان کو زندیق بنادیا ہے، اس لئے یہ دونوں لفظ ہمیشہ لازم وملزوم کی حیثیت رکھتے ہیں، اور گو کہ دونوں بہت مختصر ہیں، مگر اپنی معنوی وسعت کا عظیم رقبہ رکھتے ہیں، جیسے تعلیم سے زندگی میں نکھار پیدا ہوتا ہے اور روشنی ملتی ہے، اسی طرح تربیت سے اس علم کی جو انسان نے سیکھا ہے، زندگی پر عملی تطبیق ہوتی ہے، پھر اس کی زندگی کا ہر عمل چاہے وہ جس شعبہ سے متعلق ہو، اس علم کی روشنی میں جو اس نے حاصل کیا ہے، بالکل صحیح اور موزوں ہوتا ہے، اور علم وعمل کا ایسا حسین سنگم اور دونوں میں ایسی خوبصورت تطبیق ہوتی ہے کہ زندگی گل گلزار اور سنہری بن جاتی ہے۔

آج کل جب اہل علم کو دیکھا جاتا ہے تو ان کے علم کا سمندر ایسا ٹھاٹھیں مارتا ہوا نظر آتا ہے کہ معمولی سا آدمی اس کے سامنے ٹھہر بھی نہیں سکتا، مگر جب تربیت کے سلسلہ میں ان کو دیکھا جاتا ہے تو یہ دیکھ کر بڑی شرم آتی ہے کہ اتنی بڑی علمی قبا کا حامل اور ایسی اعلی صلاحیت کا مالک اور تربیت کے باب سے اس قدر نابلد، جس کو دیکھ کر ہنسی وشرم کی ملی جلی کیفیت کا احساس ہوتا ہے، چونکہ علم کی آماجگاہیں مدارس اسلامیہ ہیں، تو تربیت گاہیں بھی مدارس اسلامیہ ہی ہونی چاہئیں، ایک دور تھا کہ طالب علم فارغ ہوتے ہوتے علم کے ساتھ تربیت کا، روحانیت کا اور عمل کا جذبہ لیکر نکلتا تھا، بلکہ مزکیّٰ ہوکر نکلتا تھا، اور اگر وہ کمی محسوس کرتا تھا تو کسی خانقاہ میں کسی اللہ والے کی زیر سرپرستی، تزکیہ نفس اور تربیت کا ہنر جانتا تھا، اس لئے اس وقت آدمی جو کہتا تھا وہ کرتا بھی تھا، خود عامل تھا اور دوسروں کو عمل کی تلقین کرتا تھا، اس کے قول وفعل میں تضاد نہیں ہوتا تھا، اس کا دل نرم، اس کے اندر اخلاق کریمانہ، تواضع وعاجزی اور انکساری کا جوہر ہوتا تھا، اور وہ ہر آنے والے سے طیب خاطر سے ملتا، اخلاق کا اعلی نمونہ پیش کرتا، بداخلاقی سے کوسوں دور ہوتا گویا کہ وہ فرشتہ صفت انسان یا صحابہ کا چلتا پھرتا نمونہ ہوتا تھا۔

اس وقت مدارس اسلامیہ میں تعلیم پر تو خوب محنتیں ہو رہی ہیں، قابل اساتذہ کا تقرر ہو رہا ہے، اعلی تنخواہیں دی جارہی ہیں، مختلف تخصصات کے شعبے قائم ہو رہے ہیں، طلبہ کو قیام وطعام کے ساتھ وظائف بھی دیئے جارہے ہیں، ہر فن میں مسابقے ہو رہے ہیں، اور اس کے لئے بڑے پیمانے پر تیاریاں کی جاتی ہیں، مگر جس چیز کی کمی محسوس ہو رہی ہے وہ صرف اور صرف تربیت ہے، تربیت کا وسیع تر مفہوم یہ ہے کہ وہ صحیح اسلامی زندگی گزارے، اس کا رہنا سہنا اسلامی ہو، اس کا چال چلن، قول وعمل اسلامی ہو، اس کا

درس وتدریس کا عمل، اس کی دعوت وتبلیغ کا عمل، اس کی تصنیف وتالیف کا عمل، اس کی اصلاح وتربیت کا عمل اس کی تجارت وزراعت کا عمل اوراس کی عام زندگی کا ہرعمل اسلامی ہو، اوراسلامی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ قرآن کریم، حدیث رسول اور صحابہ کرام کے عمل کے مطابق اوراکابرین امت کے طرز زندگی کے مطابق ہو۔

❁❁❁❁❁ ——— ❁❁❁❁❁

اس مفہوم اور معنی کی تقریر تو ہرآدمی کرتا ہے، مگرخود اس کی عملی زندگی اس سے خالی ہوتی ہے، اوراگر کسی پر بزرگی کا لبادہ بھی ہو، تو پھراس کی خرافات بھی دینی ہی سمجھی جاتی ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شعبہ''امر بالمعروف اور نہی عن المنکر'' سے بھی پہلو تہی برتی جارہی ہے، مصلحت بینی کا ایسا دوردورہ ہے کہ کوئی کسی کو کچھ نہیں کہہ سکتا، اوراس کی اصل وجہ صرف اورصرف یہی عدم تربیت ہے، دنیا میں اللہ تعالی نے ہرچیز کے حدود متعین فرمائے ہیں، اور یہ بھی فرمایا ہے کہ''فوق کل ذی علم علیم''یعنی ایک سے بڑھ کرایک ہے، علم ہی میں نہیں بلکہ زندگی کے ہرشعبے میں، اور پھران حدود کوقائم رکھنے کیلئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ''جوہمارے چھوٹوں پررحم نہ کرے، اورہمارے بڑوں کا احترام نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے''اورخوداللہ تعالی نے بھی قرآن کریم میں اپنے نبیؐ کے اعلی اخلاق وکردار پرمہرثبت فرمادی کہ''آپ اخلاق کی اعلی بلندیوں پرہیں''ایک جگہ ارشاد فرمایا کہ''اگرآپ ترش ہوتے، بداخلاق ہوتے، کڑوے مزاج کے حامل ہوتے تولوگ آپ سے نفرت کرکے چھوٹ جاتے''۔

❁❁❁❁❁ ——— ❁❁❁❁❁

ان تمام حقائق کی روشنی میں پھروہ کونسا دین ہے، وہ کونسا اسلام ہے، وہ کونسی بزرگی ہے، کہ سراسرخود سنت نبی کے خلاف چل رہاہے، اورپھراس زعم میں ہے کہ وہ صحیح زندگی گزاررہاہے، یاکم سے کم یہ احساس تک نہیں کہ یہ بات یا یہ طریق زندگی اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے، ابھی قریب ہی کا واقعہ ہے کہ راقم ایک بڑے عالم کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک صاحب آئے، انہوں نے چپ چاپ آکراپنے کسی دنیاوی مسئلہ میں دعا کی درخواست کی، توان عالم صاحب نے زور سے اس بیچارے کوکہا''دور ہوجا''اورپھرکہنے لگے کہ ہرآدمی جوبھی آتا ہے دنیا ہی کے لئے کہتا ہے''دنیا دنیا''مجھے یہ دیکھ کرعجیب سالگا اورطبیعت پرعجیب اثر پڑا، جب انسان دنیا میں آیا، دنیا ہی میں اس کورہنا ہے، دنیا ہی میں اس کوزندگی گزارنی ہے، تو دنیا کی درستگی کی اوردنیا کی ضرورتوں کی فکر بھی ضروری ہے، کیونکہ اسلام میں رہبانیت نہیں ہے، حدیث میں ایک واقعہ ہے: کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک شخص گزرا جسے حصول رزق کے لئے بےانتہا سرگرم دیکھ کر صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا''اے اللہ کے رسول! اگراس کی یہ سرگرمی راہ خدا میں ہوتی توکتنا اچھا ہوتا''اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگروہ اپنے چھوٹے بچوں کی پرورش کے لئے سرگرم ہے تو یہ راہ خدا ہی میں شمار ہوگا''۔ (ترغیب، بحوالہ طبرانی)

❁❁❁❁❁ ——— ❁❁❁❁❁

اسی طرح مجلس کے ختم پرراقم اپنے نوسال کے بچے کولیکران عالم صاحب کی طرف بڑھنا چاہ رہا تھا تاکہ اس بچے کے لئے دعا کی درخواست کروں، مگران عالم صاحب نے راقم کواور بچے کواپنی طرف بڑھتا ہوادیکھ کرچلاکرزور سے کہا''نکالوان کو باہر''مجھے بڑی

ندامت، خفت اور شرمندگی ہوئی کہ میری عمر اکتالیس سال ہوگئی اور چھوٹا موٹا میں بھی ایک طالب علم ہوں اور یہ معصوم بچہ ہے، شفقت ومہربانی ہر بچے کا حق ہے، اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کو دیکھ کر کس قدر خوش ہوتے تھے اور کس طرح سے انکے ساتھ پیش آتے تھے، میرا نو سال کا بچہ بعد میں سوال کرتا ہے کہ ابو یہ کون تھے؟ میں نے بڑے القاب وآداب کے ساتھ بتلانا چاہا کہ فلاں حضرت ہیں، تو وہ نو سال کا بچہ سوال کرتا ہے کہ ''ایسے بھی کہیں حضرت ہوا کرتے ہیں'' نو سال کے بچے نے بداخلاقی کے دونوں واقعے دیکھ کر اپنے دل میں فیصلہ کرلیا کہ ''ایسے بھی کہیں حضرت ہوا کرتے ہیں''۔

یہ اس طرح کے واقعات قارئین کی زندگی میں بھی رونما ہوئے ہوں گے، دراصل بتلانا یہ ہے کہ بغیر تربیت کے نرا عالم ہونا، نرا مفسر ہونا، نرا محدث ہونا، نرا فقیہ ہونا ایسے ہی بداخلاقی کے واقعات رونما کرائے گا، اس لئے اہل مدارس سے میری اور مجھ جیسے بہت سے احباب کی خصوصی گزارش ہے کہ شعبہ تربیت بھی الگ سے قائم کیا جائے، چاہے خانقاہ کا عنوان دیکر یا تربیت کا عنوان دیکر یا جو بھی عنوان حسب حال مناسب ہو وہ عنوان قائم کر کے تربیت کا شعبہ قائم کیا جائے، جس کا مقصد تدریس کے اصول، تبلیغ کے اصول، تزکیہ نفس کے اصول اور زندگی کے ضروری شعبوں کے اصول سے واقف کرانا اور ان پر عمل کا جذبہ پیدا کرانا ہو، اور جیسا کہ تعلیم کے ساتھ تربیت کا لفظ زبان زد عام وخاص ہے، وہ عملاً حقیقی معنی میں زندگی میں شامل ہوجائے، میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ دونوں لفظ اتنے جامع ہیں جو ساری ایمانی اور اسلامی زندگی پر حاوی ہیں، اسی طرح سے مشائخ حضرات سے بھی باادب مخلصانہ گزارش ہے کہ وہ اپنے مجازین اور مریدین کی بھی تربیت کریں، صرف ان کے تقوی وطہارت اور ریاضت وعبادت ہی کو نہ دیکھیں بلکہ حضرت تھانویؒ کی طرح ان کے طرز معاشرت سے بھی واقف ہوں، اور اس سلسلہ میں ان کی تربیت بھی کی جائے، روک ٹوک نہ ہونے کی وجہ سے تربیت نہیں ہو پاتی، پھر وہ ایسی ہی خرافات کرتے ہیں، جو اسلامی اصول کے خلاف ہے، اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ جب تقریر وتحریر میں کوئی واقعہ ذکر کیا جاتا ہے تو اس کا مقصد اس سے عبرت اور سبق حاصل کرنا ہوتا ہے، کسی کی توہین اور تضلیل مقصود نہیں ہوتی، کسی بڑے آدمی کا قول ہے کہ ان سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے ادب کہاں سے سیکھا ہے؟ انہوں نے کہا کہ ''بے ادبوں سے'' مطلب یہ ہے کہ جو بات کسی دوسرے آدمی میں مجھے بری لگی وہ میں نے چھوڑ دی، اس لئے بڑے سے بڑے آدمی میں اگر کوئی کوتاہی یا کمی محسوس ہو اور یہ سمجھ میں آجائے کہ یہ بات غلط ہے بس خود اس کو چھوڑ دیا جائے، یہ بھی تربیت کا ایک انداز ہے، اور اگر کوئی دوسرا اپنی کوتاہی پر متوجہ کردے، اس کو بھی برا نہ سمجھے، بلکہ اصلاح کی کوشش کی جائے، اللہ تعالی راقم آثم کو بھی تعلیم وتربیت کا ملکہ عطا فرمائے اور اچھے اخلاق کی بیش بہا دولت سے نوازدے اور امت کو بھی سمجھ کی اور اچھے اخلاق اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور تربیت کے سلسلہ میں امت کو بیدار فرمائے اور ہر تعلیم گاہ کو تربیت گاہ بنادے۔ (آمین)

دعوتِ دین

شاید کہ اُتر جائے ترے دل میں مری بات

یہ مضمون دراصل حضرت مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی کا ایک بیان ہے، جو رائے ونڈ کے اجتماع منعقدہ ۱۱/۱۲/مارچ ۲۰۱۴ء کو ہوا تھا، جس کو مولانا سید محمد زین العابدین نے قلم بند کیا، اس کی اہمیت کے پیش نظر قارئین کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

تمھید:

اللہ تعالی نے ہمیں علم اور علماء کا ملک عطا فرمایا ہے، کیسا مدارس کا چمن یہ ملک ہے، اِس پر جتنا شکر کرو کم ہے، کس طرح اللہ نے بڑے بڑے علماء کرام اور مفتیانِ عظام تمہیں دِیئے ہیں، خدا نہ کرے، خدا نہ کرے! اگر ان سے اِستفادہ کا عزم نہ کیا اور ان سے تعلق قائم نہ کیا، تو یہ بہت بڑی ناشکری ہوگی اور بہت بڑی نعمت کو ٹھکراؤ گے، کیونکہ دُنیا میں ایسے ایسے ممالک بھی ہیں، جہاں پورے ملک میں کوئی کلمہ سکھانے وَالا اور کوئی مسائل بتانے وَالا نہیں ہے، اللہ نے تمہیں علماء اور مدارِس کا ملک عطا فرمایا ہے۔

علم اور علماء سے نفرت کرنا کفر ھے:

اِس لیے میں بار بار عرض کرتا رہتا ہوں کہ علماء کی زیارَت کو عبادَت یقین کرو، علماء کی صحبت کو اپنی اوّلین ضرورت سمجھو، علماء سے محبت کرنا، علم سے محبت کرنا ہے، اور علماء سے نفرت کرنا، علم سے نفرت کرنا ہے اور علم سے نفرت کرنا، نماز سے نفرت کرنے کے برابر ہے اور نماز سے نفرت کرنا کفر ہے، کفر ہے، کفر ہے۔

علم کی فرضیت:

خدا کی قسم علم اسی طرح فرض ہے، جس طرح نماز فرض ہے، ہر مؤمن مرد وعورت کے ذمہ علم کا حاصل کرنا اسی طرح فرضِ عین ہے، جس طرح نماز کا پڑھنا فرضِ عین ہے، مدارِس کی طرف رُخ کرو اور اپنے بچوں کو دِینی مدارِس میں داخل کرو۔

ہر وہ عمل اللہ کے یہاں قبول ہوگا جو علم کے مطابق ہو، اتنا اِیمان کا سیکھنا ہر مؤمن کے ذمہ فرضِ عین ہے کہ جو اس کو اللہ کی پہچان کرائے، اسی طرح اتنا علم سیکھنا ہر مؤمن کے ذمہ فرضِ عین ہے جو اس کو حرام وحلال کی تمیز کرادے، ہاں محدث بننا، فقیہ بننا، مفسر بننا یہ فرضِ کفایہ ہے یہ ہر ایک کے ذمہ فرض نہیں ہے، علماء کی مجالس اور علماء کی صحبت سے فائدہ اُٹھاؤ، قدم قدم پر علماء سے پوچھ کر چلو، لیکن اس خیال میں رہنا کہ میں تو بظاہر جو کر رہا ہوں ٹھیک ہی کر رہا ہوں، یاد رکھو کہ اللہ کے یہاں کوئی عمل جہالت کے ساتھ قبول نہیں ہوگا، اور نہ جاننا اللہ کے یہاں عذر نہیں ہے کہ اللہ! مجھے تو معلوم نہیں تھا، جہالت عذر نہیں ہے چونکہ اللہ نے سکھانے کے لیے رسول کو بھیج دیا: "اَوَ لَمۡ نُعَمِّرۡكُمۡ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيۡهِ مَنۡ تَذَكَّرَ وَ جَآءَكُمُ النَّذِيۡرُ"۔ (سورۂ فاطر ۳۷)

کیا ہم نے تمہیں اتنی عمر نہیں دی تھی جس میں وہ شخص سمجھ سکتا تھا جو سمجھنا چاہتا اور تمہارے پاس ڈرانے والا آیا تھا، یہاں تک کہ میرے دوستو! کوئی عمل اخلاص کے ساتھ بھی علم کے بغیر قبول نہیں ہوگا، ایک آدمی بڑا مخلص ہے لیکن جہالت کے ساتھ عمل کر رہا ہے، اللہ کے یہاں قبول نہیں ہوگا۔

ھر نئی معلومات علم نھیں ھے:

سب سے پہلے یہ سمجھو اور اُمت کو سمجھاؤ کہ علم کیا ہے؟ اہل باطل نے دھوکہ دہی سے مسلمانوں کو یہ سمجھایا کہ "اگر تم نے صرف قرآن اور حدیث کو علم سمجھا تو تم بہت پیچھے رہ جاؤ گے، تمہیں دنیا میں کوئی پوچھنے

والا نہ ہوگا، دیکھو صرف قرآن وحدیث علم نہیں ہے بلکہ سائنس بھی علم ہے، ڈاکٹری بھی علم ہے، انجینئرنگ، تجارت، دنیا کی خاک چھاننا اور اسباب کی تحقیق کرنا یہ بھی علم ہے تم صرف قرآن وحدیث ہی کو علم نہ سمجھنا'' یہ میں وہ بات کہہ رہا ہوں جو غیروں نے ہمیں سکھلائی ہے،

میرے دوستو، عزیزو! آج اس بات کا سمجھنا بڑا جہاد ہے، بڑا جہاد ہے، بڑا جہاد ہے، ورنہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ اس زمانے میں نوجوانوں کے دماغوں پر یہ بات بیٹھ گئی ہے کہ صرف قرآن وحدیث علم نہیں بلکہ دنیوی فنون اور اس کی معلومات کا حاصل کرنا یہ بھی علم کا حصہ ہے، لہٰذا جس علم سے ہمارا معاش متعلق ہے اس علم کو اہم درجہ دینا چاہیے، یہی وجہ ہے کہ اولادیں سترہ اٹھارہ بیس پچیس سال تک پہنچ جاتی ہیں انہیں کچھ خبر نہیں کہ اللہ ہم سے کیا چاہتا ہے اور کون سا علم ہم پر فرض ہے، چونکہ انہیں یہ سمجھا دیا گیا کہ علم معاش کے حصول سے تمہاری زندگی متعلق ہے اس لیے وہی علم ہے اور وہ یہ نہیں دیکھتے کہ معاش سے متعلق جو نام نہاد علم مجھ پر فرض کیا جارہا ہے یہ ایسا اندھا کنواں ہے کہ جس میں سمجھدار بھی ڈوب رہے ہیں اور ناسمجھ بھی، یہاں تک کہ موت آجاتی ہے اور بے دینی کی حالت میں دنیا سے رخصت ہوجاتے ہیں، ہائے افسوس!۔

میرے دوستو، عزیزو! باطل نے اپنے فنون کو علم قرار دے کر اُمت مسلمہ کو علم سے کاٹ دیا ہے، اور یہ باور کرادیا کہ جو چاہو سیکھو سب علم ہے، نہیں میرے دوستو! ہرگز نہیں، علم صرف وہ ہے جو اللہ ہم سے چاہتے ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے سے چاہتے ہیں، صرف وہ علم ہے، سارا علم قبر کے تین سوالات پر محدود ہے: ''من ربک، من نبیک، من دینک''۔ گویا کہ علم نام ہے: ''ربوبیت کا علم، شریعت کا علم اور سنت کا علم'' جو کچھ اس کے سوا ہے وہ علم نہیں ہے، اور اس پر علم کی حدیثوں کو فٹ کرنا بڑی حماقت ہے۔

دنیوی فنون کی رغبت کے لیے احادیث علم کو فٹ کرنا گمراہی ہے:

یہ تو گمراہی ہے کہ دنیوی فنون کے لیے علم کی احادیث کو اِستعمال کر کے دنیوی فنون کی رغبت پیدا کی جائے، میرے دوستو عزیزو! یہ بڑی گمراہی ہے۔

موجودہ زمانہ کا سب سے بڑا فتنہ یہ کہنا ہے کہ جدید آلات و اسباب نے علماء سے مستغنی کردیا:

اس لیے میں بار بار کہتا رہتا ہوں کہ علم علماء کی صحبت سے حاصل کرو، آج لوگ کہتے ہیں کہ آلات واسباب نے علماء سے مستغنی کردیا کہ ہم تو علم خود ہی حاصل کرلیں گے، کہ اب تو سارا علم آلات پر آگیا ہے، کیا ضرورت ہے علماء کی؟ یہ اس زمانہ کا سب سے بڑا فتنہ ہے کہ اُمت کو اپنی دینی رہبری کے لیے علماء کی ضرورت نہ رہے، اِس لیے میں اہتمام سے کہہ رہا ہوں کہ علماء کی زیارت کو عبادت یقین کرو اور اپنی اولادوں کو دِینی مدارِس میں دَاخل کرو، وَرنہ میرے دوستو عزیزو! اُمت اس دھوکہ میں پڑ چکی ہے کہ بھئی سب کچھ علم ہے جو چاہو سیکھو، نہیں میرے دوستو! ہرگز نہیں، علم صرف وہ جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر اللہ ہم سے چاہتے ہیں، صرف اس کو علم کہتے ہیں، غیروں کے تجربات کو علم سمجھنا سب سے بڑی جہالت ہے۔

نئی پود کی جہالت کی وجہ:

میرے دوستو عزیزو! اس بات کو تسلی، سنجیدگی اور بہت ہی ٹھنڈے دماغ سے سمجھنا ہوگا، میں نئی پود کی جہالت کی وجہ بتارہا ہوں کہ اگر ان کو یہ سمجھا دیا جاتا کہ یہ (قرآن وسنت) علم ہے، وہ (عصری ذرائع) فن ہے، تب بھی معاملہ آسان تھا کہ یہ دونوں چیزوں کو حاصل کرلیتے، دنیوی فنون کو اپنی دنیوی ضرورت کے لیے اور علم اِلٰہی کو دنیا اور آخرت میں کامیابی کے لیے، لیکن مشکل یہ ہے کہ ان کو سمجھایا گیا ہے کہ علم یہ نہیں، علم یہ ہے، اور یہاں تک سمجھا دیا گیا کہ جو علم اِلٰہی ہے وہ علماء سے متعلق چیز ہے وہ علماء سمجھتے اور سمجھاتے ہیں، ہم سے متعلق جو علم ہے یہ تو دنیا کا علم ہے۔

اپنی جہالت کا احساس کب ہوگا؟:

جب تک علم اور فن ان دونوں کے درمیان فرق نہیں کیا جاوے گا

اُس وقت تک اپنی جہالت کا احساس نہیں ہوگا اور علم اِلٰہی کے حاصل کرنے کی فکر اور رغبت نہیں پیدا ہوگی، یہ بات اچھی طرح یاد رکھیں کہ علم صرف وہ ہے جو ہم سے ہمارا رب چاہتا ہے، حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ علم میں لگنا اس بات کی توفیق میں لگنے کو کہتے ہیں کہ ہم سے ہمارا رب کیا چاہتا ہے؟ مخلوق ہم سے کیا چاہتی ہے، اس میں لگنے کو تو کہیں بھی علم نہیں کہا گیا۔

دنیوی فنون کا علم صرف قارون نے سمجھا ھے:

میری بات ذرا غور سے سننا! اگر دُنیوی فنون کو علم سمجھا ہے تو وہ صرف قارون نے سمجھا تھا، اسی قارونیت پر ہم سب چل رہے ہیں کیونکہ جب اس سے یہ کہا گیا کہ یہ اللہ نے تجھے جو کچھ دیا ہے اس میں دارِ آخرت کی جستجو کرتا رہ اور دنیا میں سے اپنا حصہ فراموش مت کر اور اس میں اللہ کے حکم کے مطابق چل: "وَابْتَغِ فِيمَا اٰتٰكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا" تو اُس نے کہا کہ یہ سب کچھ مجھے میرے علم کی وجہ سے دیا گیا ہے: "قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ" جس علم کو قارون علم کہہ رہا ہو، اس کو ہم بھی علم کہیں؟ یہ ہماری جہالت نہیں ہوگی تو پھر کیا ہوگی، قارون کا یہ کہنا کہ: "اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ" یہ بتلا رہا ہے کہ یہ قارون کا علم ہے، کسی نبی کا علم نہیں کہ جو کچھ مال میرے پاس ہے یہ میں نے اپنے فن اور علم سے کمایا ہے یہ اللہ نے نہیں دیا ہے، ہمیں علم اور فن میں فرق کرنا ہوگا تا کہ ہمارے دلوں میں اس علم کی اہمیت پیدا ہو جس کو اللہ نے ہم پر فرض کیا ہے جس کو علم شریعت کہتے ہیں۔

ہم دنیوی فنون کی تحصیل سے نہیں روکتے:

دیکھو! ہم دنیوی فنون سیکھنے سے نہیں روکتے، بالکل نہیں روکتے، بلکہ یہ تو ایک ضرورت ہے، جس چیز کی جو اہمیت ہے اس کو اس کے درجہ میں رکھنا چاہیے؛ لیکن دنیوی فنون کو حاصل کرنے کے لیے ان حدیثوں کا استعمال جو محض علم اِلٰہی کے لیے ہیں، یہ انتہائی بے وقوفی کی بات ہے۔

توریت کے مطالعه کی خبر پر نبی ﷺ کا غصه:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایک بار یہ خیال پیدا ہوا کہ ہمیں یہ بھی تو معلوم کرنا چاہیے کہ ہم سے پہلے نبیوں پر کیا احکامات نازل ہوئے تھے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو توریت اور انجیل پڑھنے کا شوق پیدا ہوا اور کچھ اوراق ہاتھ میں لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ ہاتھ میں کیا ہے؟ یا رسول اللہ! میں نے توریت پڑھی ہے تا کہ ہماری معلومات میں اِضافہ ہو کہ اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کیا احکامات نازل کئے تھے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس عمل پر اتنا غصہ آیا کہ آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور صحابہ رضی اللہ عنہم جمع ہو گئے، اتنا آپ کو غصہ تھا کہ انصار تلواریں لے کر آ گئے کہ آپ کو کس نے ستایا ہے؟ سارا غصہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر تھا کہ ''عمر نے توریت کیوں پڑھی ہے؟ جو قرآن میں لیکر آیا ہوں، جو علم سنت اور طریقت و شریعت میں لایا ہوں کیا عمر کی نجات کیلئے یہ کافی نہیں ہے؟'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لو کان موسیٰ حیاً لما وسعه الااتباعی"۔ (مشکوٰۃ کتاب الایمان جلد ۱ صفحہ ۳۰)

اگر آج موسیٰ زندہ ہو کر آ جائیں تو ان کی نجات بھی میرے طریقہ پر ہے، اگر تم اب موسیٰ کا طریقہ اختیار کرو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔

بهت خطرے کی بات:

آپ غور کریں اور اندازہ کریں کہ ایک اتنا بڑا عالم عمر (رضی اللہ عنہ) کہ جن کا مقام یہ ہے کہ "لو کان بعدی نبیا لکان عمر" کہ میرے بعد اگر نبوت کا دروازہ کھلا ہوتا تو عمر نبوت کی استعداد رکھتے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ اللہ کی کتاب کو سمجھنے والے تھے، اس درجہ کا صحابیؓ سب کچھ سیکھنے کے بعد توریت پڑھ رہا ہے، توریت بھی وہ پڑھی، جو غیر تحریف شدہ پہلے نبی کا علم شریعت تھا، اللہ کی طرف سے ایک نبی پر نازل ہوا تھا، اُس پر بھی آپ کو اتنا غصہ آیا کہ آنکھیں سرخ ہو گئیں، تو آپ اندازہ کریں کہ جو علم علم تھا، لیکن اب

منسوخ ہوگیا، اس کی تحصیل کی خواہش پر حضرت عمرؓ پر آپ کو اتنا غصہ آیا تو جو علم سرے سے علم ہی نہیں دنیوی فن ہے، اگر مسلمان اس زمانہ میں اسے علم الٰہی سے جاہل ہو کر حاصل کر کے اپنے آپ کو عالم سمجھے اور علم کی حدیثیں اس پر فٹ کرے تو ایسے لوگوں پر قیامت کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کس قدر غصہ آئے گا اندازہ کرلیا جاوے۔

ہمیں دعوت کے ذریعہ ایمان کی طرح علم کی بھی ضرورت ہے:

ہمیں جس طرح دعوت سے ایمان کی ضرورت ہے اسی طرح دعوت کے ذریعہ سے علم کی بھی ضرورت ہے اور علم کو بھی اخلاص چاہیے جو ہمارے دلوں میں اللہ کا خوف پیدا کرے کیونکہ جس دل میں اللہ کا خوف نہیں ہے وہ عالم نہیں ہوسکتا، اسے اسلام کی معلومات ضرور ہوں گی، لیکن وہ عالم نہیں ہوسکتا۔

عالم وہ ہے جس کے دل میں اللہ کا خوف ہو:

عالم کے لیے تو شرط ہے کہ اس کے دل میں اللہ کا خوف ہو کیونکہ اللہ نے حصر کے ساتھ فرمادیا: "انما یخشی اللّٰہ من عبادہ العلماء" علم تقویٰ کا نام ہے، علم زندگی کے تمام شعبوں میں چوبیس گھنٹے اللہ کے حکموں کا پابند ہو کر چلنے کا نام ہے، فرمایا علم دو قسم کا ہے: "العلم علمان علم فی القلب فذاك علم النافع وعلم اللسان فذاك حجة اللّٰه لابن آدم" علم دو قسم کا ہے، ایک زبان کا اور دوسرا دل کا، حدیث میں آتا ہے کہ زبان کا علم وہ ہے جو انسان کے لیے قیامت کے دن مصیبت بنے گا اور اس کے خلاف حجت بنے گا اور دل کا علم وہ ہے جو ابن آدم کو نفع دے گا، علم کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کے ذریعہ اللہ کا خوف پیدا ہو، علم کے ذریعہ خشیت پیدا ہو وہ علم الٰہی ہے، سب سے بڑا عالم وہ ہے جو اللہ سے سب سے زیادہ ڈرنے والا ہو اس لیے ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! سب سے بڑا عالم بننا چاہتا ہوں فرمایا: "اتق اللّٰہ تکن اعلم الناس" کہ تقویٰ اختیار کرو تم سب سے بڑے عالم ہوجاؤ گے، علم اللہ کی صفت ہے وہ اللہ سے تعلق کے بقدر حاصل کیا جاتا ہے۔

اللہ والا علم علماء کے پاس امانت ہے:

اللہ والا علم ہر عالم کے پاس امانت ہے، امانت پہنچانے والا معاوضہ نہیں لیا کرتا یہ تو اس کے ذمہ ہے، جس طرح ڈاکیہ ڈاک پہنچاتا ہے اس کی تنخواہ حکومت کے ذمہ ہوتی ہے اسی طرح میرے دوستو! عالم کا معاوضہ اللہ کے ذمہ ہے۔

جب اُمت میں دین سیکھنے کے لیے خرچ کرنے کا جذبہ نہ رہے تو اب علماء پر ذمہ داری ہے کہ اُمت کو ہر حال میں دین سکھلایا جائے اور اس کا معاوضہ نہ لیا جائے: "لااسئلکم علیه مالا، لااسئلکم علیه اجرا" علم کو پہنچاؤ اُمت کی امانت سمجھ کر؛ لیکن کسی غلط فہمی میں نہ رہئے کہ اگر کسی دین پھیلانے، قرآن سکھلانے اور علم سکھلانے کی تنخواہ ملتی ہے تو یہ اس کے پڑھانے کا ہرگز بدل نہیں ہے بلکہ یہ اس مشغلہ کا بدل ہے جس مشغلہ کو چھوڑ کر یہ عالم دین کی خدمت میں لگا ہوا ہے اور وہ عالم بھی اس کو دینی خدمت کا بدل کبھی نہ سمجھے، علم سکھلانے کا کوئی بدل نہیں سوائے جنت کے، ظاہر بات ہے یہ ایک انسان ہے اس کے ساتھ ضروریات لگی ہوئی ہیں، اس کو دنیا میں کوئی مشغلہ بھی کرنا تھا، تجارت بھی کرنی تھی لیکن اس نے تجارت اور دیگر معاشی کاموں کو چھوڑ کر بچوں کو پڑھانے میں اپنا وقت لگایا تو یہ اُس مشغلہ کا بدل ہے جس کو چھوڑا گیا ہے۔

اگر علم اسباب پر موقوف ہوگیا تو امت کا بڑا طبقہ جاہل رہے گا:

آج کتنا پیسہ شادیوں پر خرچ ہورہا ہے، لیکن علم کے حصول پر خرچ کے لیے ہم تیار نہیں، تو کیسے جہالت ختم ہوگی؟ اور بغیر جہالت کے ختم ہوئے عبادت قبول ہے نہ اعمال، کچھ نہیں، علم حاصل کرو تاکہ عبادتیں کامل ہوجائیں، عبادت کا کمال علم سے ہے، عبادت پر استقامت یقین سے ہے اور عبادت کی قبولیت اخلاص سے ہے۔

اگر علم اسباب پر موقوف ہوگیا تو امت کا بڑا طبقہ جاہل رہے گا کیونکہ وہ بھی جاہل رہیں گے جن کے پاس سیکھنے کے اسباب نہیں اور وہ بھی نہیں سکھلائیں گے جن کو معاوضہ نہ ملے، اجرت تو اس وقت کی ہے

جو وقت تعلیم کے لیے فارغ کیا گیا ہے۔

علماء کی ذمہ داری:

علماء کی ذمہ داری بھی بتلادی، علماء کیا کہتے ہیں کہ ''جی جاہل تو سیکھتے ہی نہیں، آتے ہی نہیں ہمارے پاس کہ ہم سکھلاویں!'' نہیں میرے دوستو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علماء جاہلوں کو دین سکھلاویں، علماء جاہلوں کی تربیت کریں اور اُن کو دِین پر آمادہ کریں اور علماء عوام کو دِین کی تعلیم دیں، صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے تو یہ بہت بڑی بات تھی چونکہ جس بات کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے فرمادیا ہے اس کا جو اثر اس وقت تھا، قیامت تک کے لیے اس کا وہی اثر ہے، یہ بات نہیں ہے کہ وہ سیکھنے آئیں تو سکھلادیں گے عرض کیا یارسول اللہ! وہ ہم سے سیکھتے ہی نہیں ہم کیا کریں؟ آپ صلی اللہ نے کوئی جواب نہیں دیا، بلکہ اپنی بات کو دہرایا، مطلب یہ تھا کہ اگر وہ سیکھنے نہیں آتے تو میرے تمہارے ذمہ ہے کہ ان کو جاکر سکھلاویں۔

تبلیغ اور تعلیم میں کوئی فرق نہیں ہے:

اس لیے تبلیغ اور تعلیم میں کوئی فرق نہیں ہے، آنے والوں کو سکھلانا بھی شعبہ ہے اور جاکر سکھلانا بھی شعبہ ہے، آپ نے تو ایک آیت کی تبلیغ کا بھی حکم دیا ہے، جاکر تعلیم دو، یہ تبلیغ ہے، آنے والوں کو تعلیم دو، یہ تعلیم ہے، حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم دونوں کاموں میں برابر لگے رہتے تھے۔

علماء انبیاء کے وارث کیوں ہیں؟:

یاد رکھنا کہ علماء کو انبیاء کا وارث اُس طریقۂ تعلیم کے ساتھ قرار دیا گیا ہے جو طریقۂ تعلیم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کا تھا کہ وہ تعلیم نقل وحرکت کے ساتھ ہے، ہم یہ نہیں کہتے کہ علماء اپنے کام چھوڑ کر نکلیں، امامت، خطابت، درس و تدریس، تصنیف و تالیف اور شعبہ افتاء چھوڑ کر نکلیں، نہیں ہم یہ نہیں کہتے، کیونکہ اللہ تعالیٰ بھی یہی فرمارہے ہیں، اللہ نے یہ فرمایا ہے کہ ایمان والوں کو چاہیے کہ سب یک بارگی نہ نکلیں ''ما كان المؤمنون لينفروا كافة'' کہ ایمان والوں کے لیے مناسب نہیں ہے کہ سب یک بارگی نکل جاویں:

''فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ'' ایسا کیوں نہیں کرتے کہ ایمان والوں کی جماعت کا ایک حصہ اللہ کے راستہ میں نکلے، کیوں نکلیں؟ دیکھو عجیب بات ہے، اس آیت میں فرمایا گیا ہے: ''ليتفقهوا في الدين'' دین کے اندر کمال اور سمجھ پیدا کرنے کے لیے نکلیں، لازم ہے کہ واپس آکر مقام پر علم کو پھیلاویں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''علماءِ صحابہ رضی اللہ عنہم'' کو حرکت پر رکھا تھا تاکہ اُمت میں کہیں بھی جہالت پیدا نہ ہو، اور علم صرف طلب والوں کے اندر محدود نہ ہوجاوے کہ یہ پڑھنے کے لیے آئے ہیں، پڑھ لیویں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے علم کی مثال بادل سے دی ہے اور بادل میں حرکت ہے، آپ علماء کرام تو ہلکی بات کرنے لگے ہیں کہ بھئی ہم تو کنواں ہیں، پیاسا کنویں کے پاس آتا ہے، کنواں پیاسے کے پاس نہیں جایا کرتا، نہیں ہرگز نہیں، ایسی بات نہیں ہے، علماء کو انبیاء کا وارث قرار دیا گیا ہے اور انبیاء نے نقل وحرکت کے ذریعے علم کو پھیلایا ہے، اور علم کی مثال بادل سے دی ہے، جو زمین کسی قابل نہیں جس زمین میں اگانے کی صلاحیت نہیں اس پر بھی بادل برستا ہے، اپنے علم کو لے کر حرکت میں آؤ کہ اُمت کو علم پہنچانا ہے اور دعوت سے اپنے علم کے اندر رسوخ پیدا کرنا ہے۔

دعوت کی محنت کا مقصد جہالت کو ختم کرنا ہے:

علم کی دعوت کے ذریعے جہالتیں ختم ہوں گی اور اُمت علماء سے جڑے گی، اس محنت کا مقصد جہالت کو ختم کرنا ہے، یہ محنت تو اُمت میں علم کے حصول کی طلب پیدا کرتی ہے، جب یہ محنت ہوگی تو یہ احساس ہوگا کہ ہمیں علماء کی ضرورت ہے، علماء کی صحبت و مجالست اختیار کرنے کی ضرورت ہے اور یہی اس دعوت کا مقصود و مطلوب ہے۔

تمام دنیوی شعبوں میں دین کیسے زندہ ہوگا؟:

میرا تو بہت جی چاہتا ہے کہ علماء آدھے دن دینی کاموں میں لگیں اور آدھے دن تجارت بھی کریں، حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ دینی کاموں کے ساتھ ساتھ تجارت بھی کیا کرتے تھے۔

ساری دنیا ہوگی جاہلوں کے ہاتھ میں اور ہم یہ سمجھیں گے کہ ہمارا کام صرف پڑھانا ہے، آج ہم نے سارا بازار اور ساری تجارت جاہلوں کے حوالہ کردی ہے، جب تک ہم تجارتوں، زراعتوں، حکومتوں کو اور دنیا جہان کے تمام سرمایہ داری کے نقشوں کو یہ سمجھ کر چھوڑے رکھیں گے کہ یہ ہمارے کرنے کے کام نہیں ہے، تو خدا کی قسم اس میں کبھی دین نہیں آ سکتا، کیسا مزا آوے کہ ایک عالم آدھے دن پڑھاتا ہو اور آدھے دن خود عملی طور پر بازار جا کر دیکھے کہ جو علم میں پڑھا رہا ہوں اس کے مطابق تجارت ہو رہی یا نہیں؟ یہ کتنے بڑے نقصان کی بات ہے کہ ایک آدمی تجارت کا علم حاصل کرے اور اس کے محلّہ کا بازار علم کے مطابق نہ ہو، اگر ایسا نہ کیا گیا تو جو حرام راستہ کی کمائیاں ہیں وہ سب علم و عمل کو لے ڈوبیں گی، حضرت مولانا محمد اِلیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ''ہم تجارت چھڑوانا نہیں چاہتے بلکہ تجارت کو حکم پر لانا چاہتے ہیں ورنہ وہ ہوگا جو قوم شعیب کے ساتھ ہوا'' حکم پر لانے کا مطلب یہ ہے کہ آپ عملی طور پر ان شعبوں کا علم لے کر ان میں داخل ہوں۔

دین کے کسی شعبہ کا انکار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے احکامات کا انکار ھے:

اللہ نہ کرے، اللہ نہ کرے، دین کے کسی شعبے کا انکار، یا اس کا استخفاف، یا اس کی افادیت سے انکار مثلاً: مدارس سے کیا ہوگا؟ یہ بھی ایک مرض اور بیماری پیدا ہوگئی ہے لوگوں میں، میرے دوستو عزیزو! غور سے سن لو: جو اس کام میں رہتے ہوئے دین کے کسی شعبے کا انکار کرے خدا کی قسم وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دو کاموں میں سے ایک کا انکار کر رہا ہے، پکی بات ہے، بالکل سچی بات ہے، کیونکہ اس کام کو کسی خیر کے کام کے معارض سمجھنا یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے کاموں میں سے ایک کام کو دوسرے کے معارض سمجھنا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی صفت ''صفت جامعیت'' ہے، یہ جامعیت اپنے اندر پیدا کرو، کیونکہ اس محنت سے پورا دین وجود میں آتا ہے، اس لیے حرام حرام ہے، ہمارے لیے یہ سوچنا کہ ''اِس شعبے سے کیا ہوگا، اُس شعبہ سے کیا ہوگا؟'' جتنے دین کے شعبے ہیں، یہ دعوت کی آمدنی ہے، لوگ اپنی آمدنی کو سنبھال کر رکھتے ہیں، کہ دعوت کی محنت سے لوگوں میں علم کی طلب پیدا ہو، مساجد قائم ہوں، مدارس قائم ہوں، تربیت گاہیں قائم ہوں، دعوت کے کام سے دین کے شعبے وجود میں آتے ہیں، یہ تو ہو نہیں سکتا کہ دعوت کے کام ہوں اور دین کے شعبے مقصود نہ ہوں، یہ ایسا ہے کہ کوئی آدمی تجارت کرے اور کہے کہ مجھے آمدنی مقصود نہیں ہے یا آمدنی کو ضائع کردے، وہ کیسا بے وقوف آدمی ہوگا؟، لوگوں کو اپنی آمدنیوں سے ایسی محبت ہوتی ہے کہ وہ اس کو خون پسینہ کہتے ہیں کہ یہ میرا خون پسینہ ہے، دعوت سے دین کے سارے شعبے زندہ ہونے ہیں اور یہ میری بات یاد رکھنا کہ یہ شعبہ اس وقت تک قائم رہیں گے جب تک دعوت کی نقل و حرکت قائم رہے گی، آپ ذرا پچھلا زمانہ اُٹھا کر دیکھیں ساری تاریخ اس کی گواہ ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر صحابی کو معلم بنایا تھا: ''بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَة'' جب علم نقل و حرکت سے الگ ہوجاوے گا تو عام اُمت میں جہالت پھیل جاوے گی اور علم اُمت کے ایک محدود طبقہ کی چیز بن کر رہ جاوے گا، اگر علم کے بغیر نقل و حرکت ہے تو جاہلانہ نقل و حرکت ہوگی، حضرت مولانا محمد اِلیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میرا دل یہ چاہتا ہے کہ جتنی جماعتیں نکلیں ان میں ایک عالم ہو اور ایک قاری ہوتا کہ نکلنے والے قرآن سیکھ کر آویں:

شاید کہ اُتر جائے ترے دل میں مری بات

اعلان عام

فکر انقلاب دهلی کا آئنده شماره

ماہنامہ ''فکر انقلاب'' جو مولانا اعجاز عرفی قاسمی کی زیر ادارت دہلی سے نکل رہا ہے، اس کا آئندہ الاخصوصی شمارہ حضرت مولانا مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہیؒ کے سوانح وحالات پر مشتمل ہوگا، اس لئے قلم کار حضرات اپنے گرانقدر مضامین لکھ کر علمی تعاون فرمائیں۔

آل انڈیا تنظیم علماء حق

ALL INDIA TANZEEM ULAMA-E-HAQ

Email. aitulemaehaq@gamil.com,fikreinqlab@gmail.com

Mob: 08447290934 - 09210806122

ارکان اسلام

حج-ایک عاشقانہ سفر

مولانا خورشید عالم داؤد قاسمی، زامبیا، افریقہ

حج کی فرضیت:

حج اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایک ہے، جن پر اسلام کی بنیاد ہے، حج کی فرضیت قرآن کریم، حدیث شریف اور اجماع امت سے ایسے ہی ثابت ہے جیسا کہ نماز، روزہ اور زکوۃ کی فرضیت ثابت ہے، اس لئے جو شخص حج کی فرضیت کا انکار کرے، وہ کافر ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلاً وَمَنْ کَفَرَ فَإِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنِ الْعَالَمِیْنَ"۔ (سورہ آل عمران آیت ۹۷)

اور اللہ کے واسطے لوگوں کے ذمہ اس مکان کا حج کرنا ہے، یعنی اس شخص کے جو کہ طاقت رکھے وہاں تک کی سبیل کی اور جو شخص منکر ہو تو اللہ تعالی تمام جہان والوں سے غنی ہیں، یہ آیت کریمہ حج کی فرضیت کے حوالے سے نص قطعی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پانچوں ارکان کو ایک حدیث شریف میں بیان فرمایا ہے: "بُنِیَ الْإِسْلَامُ عَلَی خَمْسٍ شَهَادَةُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّداً رَسُوْلُ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلَاةِ وَاِیْتَاءِ الزَّکَاةِ، وَالْحَجِّ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ"۔ (بخاری شریف حدیث نمبر ۸)

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے، اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوۃ دینا، حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔

ایک عاشقانہ سفر:

انسانی طبیعت یہ تقاضہ کرتی ہے کہ انسان اپنے وطن، اہل وعیال، دوست ورشتہ دار اور مال ودولت سے انسیت ومحبت رکھے اور ان کے قریب رہے، جب آدمی حج کے لئے جاتا ہے، تو اسے اپنے وطن اور بیوی وبچے اور رشتے دار واقارب کو چھوڑ کر اور مال ودولت خرچ کر کے جانا پڑتا ہے، یہ سب اس لئے کرنا پڑتا ہے کہ حج کی ادائیگی شریعت کا حکم ہے، یہی وجہ ہے کہ شریعت نے حج کے حوالے سے بہت ہی رغبت دلائی ہے، انسان کو کعبہ مشرفہ کے حج وزیارت پر ابھارا، مہبط وحی ورسالت کے دیدار کا شوق بھی دلایا ہے، اور سب سے بڑھ کر شریعت نے حج کا اتنا اجر وثواب متعین فرمایا ہے کہ سفر حج ایک عاشقانہ سفر بن جاتا ہے، ذیل کے سطور میں حج کے اجر وثواب احادیث شریفہ کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیے۔

حج انتہائی نیک عمل ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: " سُئِلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ؟ قَالَ: اِیْمَانٌ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ، قِیْلَ ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: جِهَادٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ قِیْلَ ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: حَجٌّ مَبْرُوْرٌ"۔ (بخاری شریف حدیث ۱۵۱۹)

ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کون سے اعمال اچھے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا" پوچھا گیا پھر کون؟ فرمایا: "اللہ کے راستے میں جہاد کرنا" پوچھا گیا پھر کون؟ ارشاد فرمایا: "حج مبرور"۔

حج مبرور کیا ہے؟:

☆ وہ حج جس کے دوران کوئی گناہ کا ارتکاب نہیں ہوا ہو۔

☆ وہ حج جو اللہ کے یہاں مقبول ہو۔

☆ وہ حج جس میں کوئی ریا اور شہرت مقصود نہ ہو اور جس میں کوئی فسق وفجور نہ ہو۔

☆ وہ حج جس سے لوٹنے کے بعد گناہ کی تکرار نہ ہو اور نیکی کا رجحان بڑھ جائے۔

☆ وہ حج جس کے بعد آدمی دنیا سے بے رغبت ہو جائے اور آخرت کے سلسلہ میں دلچسپی دکھائے۔

حج مبرور کی فضیلت:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: " اَلْعُمْرَةُ إِلَى الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُمَا وَالْحَجُّ الْمَبْرُوْرِ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةِ"۔ (بخاری ومسلم)

ایک عمرہ دوسرے عمرہ تک ان گناہوں کا کفارہ ہے جو ان دونوں کے درمیان ہوئے ہوں، اور حج مبرور کا بدلہ صرف جنت ہے۔

حج پچھلے سارے گناہوں کو مٹادیتا ہے:

ابن شماسہ فرماتے کہ ہم حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، جب کہ وہ قریب المرگ تھے، وہ کافی دیر تک روئے، پھر انہوں نے اپنا چہرہ دیوار کی طرف کرلیا، اس پر ان کے صاحبزادے نے چند سوالات کئے، پھر انہوں نے (اپنے اسلام قبول کرنے کی کہانی سناتے ہوئے) فرمایا جب اللہ نے میرے قلب کو نور ایمان سے منور کرنا چاہا، تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: کہ آپ اپنا داہنا ہاتھ پھیلا یئے تاکہ میں بیعت کروں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھیلایا، پھر میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا، آپؐ نے فرمایا: اے عمرو! تجھے کیا ہوا؟ میں نے کہا میری ایک شرط ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری کیا شرط ہے؟ میں نے کہا کہ میری مغفرت کردی جائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ الْإِسْلَامَ يَهْدِمُ مَاكَانَ قَبْلَهُ؟ وَأَنَّ الْهِجْرَةَ تَهْدِمُ مَاكَانَ قَبْلَهَا؟ وَأَنَّ الْحَجَّ يَهْدِمُ مَاكَانَ قَبْلَهُ؟"۔ (مسلم شریف حدیث ۱۹۲)

کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اسلام قبول کرنا پہلے کے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے؟ ہجرت گزشتہ گناہوں کو مٹا دیتی ہے، اور حج پہلے کئے ہوئے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

ایک حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ"۔ (بخاری شریف حدیث نمبر ۱۵۲۱)

جس شخص نے اللہ کے لئے حج کیا اور اس نے (اس دوران) فحش کلامی یا جماع اور گناہ نہیں کیا تو وہ (حج کے بعد گناہوں سے پاک ہوکر اپنے گھر اس طرح) لوٹا، جیسا کہ اس کی ماں نے اسے آج ہی جنا ہو۔

''رفث'' کا معنی جماع ہمبستری اور جو کچھ بھی شوہر و بیوی کے درمیان حالت جماع میں ہوتا ہے، جیسے بوس وکنار وغیرہ کے ہیں، ابوعبیدہ نے فرمایا: رفث کا مطلب فحش کلامی ہے، پھر کنایہ جماع اور متعلقات جماع کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ (الموسوعۃ الفقہیہ)

مسئلہ: حالت احرام میں جماعت کرنا فقہاء کرام کے نزدیک اتفاقی طور پر حرام ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ"۔ (سورہ بقرہ آیت ۱۹۷)

سو جو شخص ان میں حج مقرر کرے، تو پھر نہ کوئی فحش بات ہے اور نہ کوئی بے حکمی ہے، اور نہ کسی قسم کا نزاع زیبا ہے۔

مسئلہ: اگر کسی نے حالت احرام میں عمداً جماع کیا ہو تو اس کا حج فاسد ہو جائے گا، اور قضاء وکفارہ لازم ہوگا، اگر کسی نے حالت نسیان میں جماع کیا ہو، تو حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک اس صورت میں بھی حج فاسد ہو جائے گا اور قضاء وکفارہ لازم ہوگا، لیکن شافعیہ کے نزدیک حج فاسد نہیں ہوگا، بلکہ صرف کفارہ لازم ہوگا۔ (موسوعۃ الفقہیہ)

فسق سے مراد معاصی وگناہ ہے: "كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ" کی شرح کرتے ہوئے علامہ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کسی گناہ کے بغیر اس کا ظاہری مطلب صغائر وکبائر (چھوٹے اور بڑے) سارے گناہوں کا معاف کیا جانا ہے۔ (فتح الباری صفحہ ۳۸۲ ، جلد ۳)

بوڑھے کمزور اور عورت کا جہاد:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا:"جِهَادُ الْكَبِيرِ وَالضَّعِيفِ وَالْمَرْأَةِ الْحَجُّ وَالْعُمْرَةُ" بڑی عمر والے، کمزور شخص اور عورت کا جہاد حج اور عمرہ ہے۔ (سنن کبری نسائی حدیث ۳۵۹۲)

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:" قُلْتُ يَارَسُولَ اللّٰهِ! أَلَا نَغْزُوْ وَنُجَاهِدُ مَعَكُمْ؟ فَقَالَ لٰكِنَّ أَحْسَنَ الْجِهَادِ وَأَجْمَلَهُ الْحَجُّ، حَجٌّ مَبْرُورٌ، فَقَالَتْ عَائِشَةُ فَلَا أَدَعُ الْحَجَّ بَعْدَ إِذْ سَمِعْتُ هَذَا مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"۔(بخاری شریف حدیث ۱۸۶۱)

میں نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم آپ کے ساتھ جہاد اور غزوہ میں شریک نہ ہوں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" لیکن سب سے بہتر اور اچھا جہاد حج، حج مبرور ہے" حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہے کہ جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے تو اس کے بعد سے میں حج نہیں چھوڑتی ہوں۔

حج افضل جهاد هے:

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نقل کرتی ہیں کہ انہوں نے کہا: "يَارَسُولَ اللّٰهِ! نَرَى الْجِهَادَ أَفْضَلُ الْعَمَلِ، أَفَلَا نُجَاهِدُ قَالَ لَا، لٰكِنَّ أَفْضَلَ الْجِهَادِ حَجٌّ مَبْرُورٌ"۔(بخاری شریف حدیث ۱۵۲۰)

اے اللہ کے رسول ہم جہاد کو افضل العمل سمجھتے ہیں، تو کیا ہم جہاد نہ کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"نہیں لیکن بہترین جہاد حج مبرور ہے"۔

فقر اور گناه کو مٹانے والے اعمال:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:" أَدِيمُوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَإِنَّهُمَا يَنْفِيَانِ الْفَقْرَ وَالذُّنُوبَ كَمَا يَنْفِيُ الْكِيرُ خَبَثَ الْحَدِيدِ"۔(المعجم الاوسط حدیث ۳۸۱۴)

حج اور عمرہ پر دوام برتو، کیونکہ یہ دونوں فقر اور گناہوں کو ختم کرتے ہیں، جیسا کہ دھونکنی لوہا سے زنگ کو دور کر دیتی ہے۔

ایک دوسری حدیث ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:"تَابِعُوا بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ، فَإِنَّهُمَا يَنْفِيَانِ الْفَقْرَ وَالذُّنُوبَ كَمَا يَنْفِي الْكِيرُ خَبَثَ الْحَدِيدِ، وَالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَلَيْسَ لِلْحَجَّةِ الْمَبْرُورَةِ ثَوَابٌ إِلَّا الْجَنَّةِ"۔(ترمذی شریف ۸۱۰)

حج اور عمرہ ایک ساتھ کیا کرو، کیونکہ یہ دونوں فقر اور گناہوں کو مٹاتے ہیں جیسا کہ بھٹی لوہا، سونا اور چاندی سے زنگ ختم کر دیتی ہے اور حج مبرور کا ثواب جنت ہی ہے۔

برائے حج خرج کرنے کی فضیلت:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:"اَلنَّفَقَةُ فِي الْحَجِّ كَالنَّفَقَةِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِسَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ"۔(مسند احمد ۲۳۰۰۰)

حج میں خرچ کرنا اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کی طرح سات سو گناہ تک ہے۔

حاجیوں کی دعائیں:

ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:"اَلْحَاجُّ وَالْمُعْتَمِرُ وَفْدُ اللّٰهِ تَعَالَى يُعْطِيهِمْ مَسْأَلَتَهُمْ وَيَسْتَجِيبُ دُعَاءَ هُمْ، وَيَقْبَلُ شَفَاعَتَهُمْ، وَيُضَاعِفُ لَهُمْ أَلْفَ أَلْفَ ضِعْفٍ"۔(اخبار مکہ)

حج اور عمرہ کرنے والے اللہ کے مہمان ہیں، اللہ تعالی ان کی مانگ ان کو عطا فرماتے ہیں، ان کی دعاؤں کو قبول کرتے ہیں، ان کی شفارش قبول کرتے ہیں اور ان کیلئے ہزار ہزار گنا تک ثواب بڑھایا جاتا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ:"اَلْغَازِيْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْحَاجُّ وَالْمُعْتَمِرُ وَفْدُ اللّٰهِ دَعَاهُمْ فَأَجَابُوهُ وَسَأَلُوهُ فَأَعْطَاهُمْ"۔(ابن ماجہ حدیث ۲۸۹۳)

اللہ کے راستے کا مجاہد اور حج و عمرہ کرنے والے اللہ کے مہمان ہیں، اللہ نے انہیں بلایا، لہٰذا انہوں نے اس پر لبیک کہا اور انہوں نے اللہ تعالی سے مانگا ہے، تو اللہ نے ان کو نوازا ہے۔

حج کرنے میں جلدی کیجئے:

ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:"تَعَجَّلُوا إِلَى الْحَجِّ-يَعْنِي: اَلْفَرِيضَةَ- فَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَايَدْرِيْ مَايَعْرِضُ لَهُ"۔(مسنداحمد ۲۸۶۷)

حج (یعنی فرض حج) میں جلدی کرو، کیونکہ تم میں کوئی یہ نہیں جانتا کہ اسے کیا عذر پیش آنے والا ہے۔

حج نہ کرنے پر وعید:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:"مَنْ مَلَكَ زَادًا وَرَاحِلَةً تُبَلِّغُهُ إِلَى بَيْتِ اللّٰهِ وَلَمْ يَحُجَّ فَلَا عَلَيْهِ أَنْ يَمُوْتَ يَهُوْدِياً، اَوْنَصْرَانِيًا، وَذٰلِكَ أَنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ فِي كِتَابِهِ"وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا"۔(ترمذی شریف/سورۂ آل عمران ۹۷)

جوشخص اتنے توشہ اورسواری کا مالک ہوجائے جو اسے بیت اللہ تک پہنچادے،اس کے باوجود وہ حج نہ کرے،تواس کے لئے کوئی ذمہ داری نہیں ہے کہ وہ یہودی ہونے کی حالت میں مرے یا نصرانی،اور یہ اس وجہ سے کہ اللہ تعالی اپنی کتاب میں فرماتا ہے:"اوراللہ کا حق ہےلوگوں پر حج کرنا،اس گھر کا جوشخص قدرت رکھتا ہواس کی طرف راہ چلنے کی"۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:"لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أَبْعَثَ رَجُلًا إِلىٰ هَذِهِ الْاَمْصَارَ، فَلْيَنْظُرُوْا إِلىٰ كُلِّ رَجُلٍ ذِىْ جَدَةٍ لَمْ يَحُجَّ، فَيَضْرِبُوْا عَلَيْهِمُ الْجِزْيَةَ، مَاهُمْ مُسْلِمِيْنَ مَاهُمْ مُسْلِمِيْنَ"۔(السنۃ لابی بکر بن الخلال جلد۵،صفحہ۴۴)

میں نے ارادہ کیا کہ کچھ لوگوں کوان شہروں میں بھیجوں، پھر وہ ان لوگوں کی تحقیق کریں کہ جنہوں نے استطاعت کے باوجود حج نہیں کیا، پھر وہ ان لوگوں پر ٹیکس لاگو کریں، کیونکہ وہ مسلمان نہیں ہیں، وہ مسلمان نہیں ہیں۔

حرف آخر:

حج کے اجروثواب جواحادیث مبارکہ کی روشنی میں لکھے گئے ہیں، وہ کسی بھی مسلمان کو حج وعمرہ کا شوق دلانے کے لئے کافی ہیں، جن مسلمانوں کواللہ تعالی نے مال ودولت سے نوازا ہے،ان کو چاہئے کہ خود کو حج وعمرہ کے عظیم ثواب سے محروم نہ کریں، کیونکہ ہم ہمہ دم نیکیوں کے حصول اور گناہوں وسیئات سے مغفرت کی سخت محتاج ہیں، یہ بھی ہم جانتے ہیں کہ ہماری زندگی کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے، یہ کاغذ کی ایک ناؤ ہے، جہاں تک پہنچ جائے، یہ ایک غنیمت ہے، آپ کی یہ ڈیڑھ دن کی زندگی چلی گئی، تو پھر کبھی واپس نہیں آئے گی، پھر حج کرنے میں کیوں تاخیر!۔

علم دین مقصد ہے وسیلہ نہیں !

تم نے اپنے گھروں اورعزیز واقارب کو چھوڑا اور یہاں آئے، ملک میں تعلیم کے دوسرے طریقے بھی رائج ہیں، لوگ ان کی طرف دوڑتے ہیں،مگر تم نے اسکولوں اور کالجوں سے آنکھیں بند کیں، تا کہ دینی علوم مہارت حاصل کرو، بڑا مبارک ارادہ ہے؛ لیکن سوال یہ ہے کہ جس علم کو تم سیکھ رہے ہو وہ علم وسیلہ ہے یا مقصد؟ تمہارے ذہن نے اگر اس کو نہ سمجھا تو میں متنبہ کروں گا کہ تم صحیح کام نہیں کررہے ہو اورقوموں نے ہمیشہ علم کو وسیلہ سمجھا ہے،مگر مسلمانوں کی یہ خصوصیت رہی کہ انہوں نے علم کو وسیلہ نہیں بلکہ مقصد سمجھا، ذریعہ معاش نہیں سمجھا، اسلام کے مشہور علماء نے علم دین کے چشمے بہائے مگر کبھی علم دین کو ذریعہ معیشت نہیں بنایا، وہ علم کو علم کے لئے حاصل کرتے تھے، زخارف دنیوی کے لئے نہیں، ان کے نزدیک یہ گناہ کا کام تھا کہ علم کو دنیا کیلئے حاصل کیا جائے، وہ تشنگان علم کو علم کی روشنی سے سیراب کرنا ہی اپنا دینی فریضہ سمجھتے تھے، یہ ہمارے علماء کا خاص شیوہ رہا ہے کہ دین کی خدمت، علوم دینیہ کی اشاعت کو انہوں نے اپنا فریضہ سمجھا ہے، انہوں نے اس کیلئے خرید وفروخت کا بازار گرم نہیں کیا، اس حقیقت کو اگر تم نے سمجھ لیا تو اپنی زندگی کی تاریخ ڈھال لی۔(مولانا ابوالکلام آزاد)

اخلاقیات

ہمارے یہ اخلاق جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود

مولانا محمد الیاس ندوی جنرل سکریٹری مولانا ابوالحسن اکیڈمی، بھٹکل

شب نو بجے کا وقت تھا، میں جامع مسجد میں مولانا عبدالباری صاحب ندوی کے پیچھے عشاء کی نماز ادا کر کے مولانا علی میاں کالونی میں واقع اپنے مکان ''باب علی'' جا رہا تھا کہ راستہ میں شمس الدین سرکل پر ایک بھیڑ نظر آئی، ملک بھر کے بدلتے ناگفتہ بہ حالات بالخصوص اپنے شہر بھٹکل کے شر پسندوں کے نشانہ پر ہونے کی وجہ سے پہلے تو ڈر سا لگا کہ کہیں ناگہانی کوئی حادثہ یا واقعہ تو پیش نہیں آیا ہے، لیکن جب قریب پہنچا تو اطمینان ہوا، ہندو مسلم اس مخلوط بھیڑ میں کوئی تو تو میں میں اور آپسی تکرار کی زور زور آوازیں سنائی نہیں دے رہی تھیں، مجمع کے بیچوں بیچ ایک بہت بڑا اور لمبا ٹرک کھڑا تھا اور اس کے اردگرد بے شمار اسکوٹرس اور متعدد کاریں وغیرہ دونوں طرف سے آنے جانے والوں کا راستہ بند کئے ہوئے تھیں، وہ ٹرک اتنا لمبا تھا کہ خود مجھے اس سے پہلے اس طرح کا بڑا ٹرک دیکھنا یاد نہیں آرہا تھا، میں نے اپنی گاڑی کی رفتار دھیمی کی اور دائیں بائیں کئی لوگوں سے پوچھا کہ کیا قصہ ہے؟ بھیڑ کیوں جمع ہے؟ سب کا کہنا تھا کہ مولانا کوئی خاص بات نہیں ہوئی ہے، آپ چلے جائیے، مجھ سے رہا نہیں گیا، مجمع کو چیرتا ہوا میں ٹرک کے قریب جب پہنچا تو کچھ لوگ ایک نامعلوم شخص کو ماں بہن کی گالی دے رہے تھے، اس میں سے ایک کو میں نے پہچان لیا میں نے قریب جا کر اس سے پوچھا کہ بتائیے کیا ماجرا ہے؟ اس پر اس نے جو تفصیل سنائی وہ سن کر میں شرم سے پانی پانی ہوگیا۔

اس نے بتایا کہ اس بے چارے حد نظر تک پھیلے ہوئے لمبے اور اونچے ٹرک کے ڈرائیور کو منگلور سے بمبئی جاتے ہوئے ہمارے شہر کے بیچوں بیچ پہنچ کر آگے جانے والے راستہ کے متعلق شبہ ہوگیا اور اس نے سرکل پر پہنچ کر راستہ چلتے ایک آدمی سے پوچھ لیا کہ بھائی صاحب، مجھے ممبئی جانا ہے، اس میں سے ممبئی جانے کا راستہ کونسا ہے؟ میرے دل میں بات آئی کہ اس شخص نے سوچا ہوگا کہ اچھا موقع مفت ہاتھ آیا ہے، یہ آسمان کو چھونے والی چھت والا اور حد نظر تک پھیلا ہوا اتنا بڑا اور لمبا ٹرک میں نے زندگی میں پہلی دفعہ دیکھا ہے، اگر میرے چھوٹے چھوٹے بچے بھی میری طرح اس کو دیکھیں گے تو ان کی بھی خوشی کی انتہا نہیں رہے گی، چلو، اس کو جس سڑک پر میرا گھر واقع ہے اسی کے متعلق بتاتے ہیں کہ یہ راستہ ممبئی جاتا ہے، اس طرح مفت میں گھر سے ہی بچوں کے ساتھ میرے دیگر گھر والے بھی اس حیرت انگیز ٹرک کا نظارہ کرلیں گے، چاہے اس بیچارے کو آگے چل کر جلد ہی احساس ہوجائے کہ وہ غلط راستہ پر آیا ہے، اس سے مجھے کیا فرق پڑتا ہے، اس کو تکلیف ہوتی ہو تو ہو، میرے بچے اور گھر والے تو اس دیوہیکل ٹرک کے نظارہ سے اس دوران لطف اندوز ہوجائیں گے، چنانچہ اس مسلمان کی بات پر یقین کر کے جب اس دیوہیکل ٹرک کے ڈرائیور نے بندر روڈ پر ٹرک کو موڑ دیا تو کچھ ہی دیر میں کئی لوگوں نے اس کو روک کر پوچھنا شروع کیا کہ بھائی صاحب، اس تنگ راستہ میں تمہارا ٹرک کیوں آیا ہے؟ تب اس نے بتایا کہ مجھے تو ایک صاحب نے بتایا کہ بمبئی جانے کا یہی راستہ ہے، تو سب کی زبان سے اس نامعلوم شخص کے لیے بددعائیں نکلنے لگیں اور اس سے واپس مڑنے کے لیے کہنے لگے، لیکن معاملہ ہاتھ سے نکل چکا تھا، وہ اس تنگ اور غیر وسیع راستہ سے اپنا ٹرک واپس موڑ

بھی نہیں سکتا تھا، راستہ چلتے کئی ماہر ڈرائیوروں نے اس کے اس ٹرک کو واپس موڑنے کی بے انتہا کوشش کی یہاں تک کہ کئی گھنٹے اس میں ضائع ہوگئے، بالآخر ہمارے شہر کے بلڈوزروں کے مالک ایک ماہر نوجوان ڈرائیور فرحان شاہ بندری صاحب وہاں پہنچے اور انہوں نے کمال مہارت سے کسی طرح بڑی مشقت کے بعد سرکل پر لاکر ٹرک اس کے حوالہ کردیا، وہ نامعلوم شخص اس سڑک پر واقع اپنے مکان کے برآمدہ میں اپنے بچوں کو لاکر اس دوران اس ٹرک کا مفت نظارہ کرانے میں کامیاب ہوگیا، تفریح طبع کے لیے اس نے کس قدر رذیل حرکت کا ارتکاب کیا ہے یہ اس کا ایک نمونہ تھا، لیکن اسی کے ساتھ چلتے چلتے وہ شخص اس غیر مسلم ڈرائیور کے دل میں اسلام کے متعلق بدظنی کا ایک ایسا بیج بھی بوگیا کہ شاید مرتے دم تک اس کا ازالہ نہ ہوسکے۔

اس موقع پر خود اپنے بیرون ملک سفر کے دوران راستہ بھولنے کا ایک واقعہ مجھے یاد آگیا، تین چار سال پہلے جاپان کے دعوتی سفر کے دوران ہم اپنے میزبان ڈاکٹر سلیم الرحمٰن صاحب ندوی کے ساتھ رات دیر گئے ٹوکیو اپنے مستقر پر واپس آرہے تھے کہ ہمارا مصری ڈرائیور راستہ بھول گیا، اس کی گاڑی میں موجود راستہ بتانے والا آلہ (G.P.S) بھی شاید کام نہیں کررہا تھا، جاپان میں گاڑی کا ہارن بجانا سخت منع ہے، اگر کسی کے ساتھ کوئی اہم حادثہ یا واقعہ پیش آئے تو ڈرائیور ہارن بجاتا ہے، جس کو سن کر سامنے یا دائیں بائیں گذرنے والی گاڑی والا رک جاتا ہے اور اس کی مدد کے لیے حاضر ہوجاتا ہے، ہمارے ڈرائیور نے جب ہارن بجایا تو دائیں طرف ایک جاپانی شخص نے اپنی گاڑی روک دی، ہمارے مصری ڈرائیور نے جاپانی زبان میں اس سے پوچھا کہ یہاں ہم راستہ بھول گئے ہیں اور ہمیں فلاں جگہ پہنچنا ہے تو کیا آپ ہماری مدد کرسکتے ہیں؟ اس نے بڑی لجاجت اور معذرت سے کہا کہ معاف کیجئے! مجھے آپ کی مطلوبہ منزل کا صحیح پتہ نہیں ہے، یہ کہہ کر پھر وہ اپنی گاڑی میں چلا گیا، ہم لوگ بھی روانہ ہوئے، کچھ ہی آگے بڑھے تھے اور تین چار منٹ کا وقفہ بھی نہیں ہوا تھا کہ ایک شخص نے ہارن بجا کر ہمیں رکنے کا اشارہ کیا، ہمارا مصری ڈرائیور یہ سمجھ کر کہ شاید اس کو کسی مدد کی ضرورت ہے اپنی گاڑی روک کر اس کے قریب پہنچا تو اس نے بتایا کہ بھائی صاحب! آپ نے ابھی کچھ دیر پہلے مجھ سے راستہ دریافت کیا تھا، مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کی مدد نہیں کرسکا تھا لیکن میں نے اپنی گاڑی کی (G.P.S) جی پی ایس سسٹم پر چیک کرکے یہ راستہ معلوم کرلیا ہے، آپ اطمینان سے میرے پیچھے چلیں، میں وہاں تک آپ کو پہنچا کر واپس آؤں گا، حالانکہ مجھے وہاں جانے کی ضرورت نہیں ہے، ہم نے اس کو منع کیا کہ آپ صرف بتادیں، زحمت نہ کریں، لیکن وہ نہیں مانا مُصر رہا اور منزل پر ہمیں پہنچا کر ہی واپس گیا۔

ان ہی جاپانیوں کی انسانی ہمدردی کا حیرت انگیز ایک اور واقعہ سنئے ماضی قریب میں جاپان میں جب زلزلہ آیا تو لوگوں نے دوسرے شہروں سے آنے والے متاثرین کے لیے اپنے گھر خالی کئے، خود صحنوں، چھتوں اور برآمدوں میں کئی کئی راتیں گذاریں اور متاثرین کو اپنے گھروں میں رکھا، دوکانداروں نے اس سانحہ سے متاثر ہوکر سامان خوردونوش کی قیمتوں میں ۹۰/ فیصد تک کی کمی کی یعنی سو جاپانی ین کا سامان نقصان برداشت کرتے ہوئے ۱۰/ فیصد میں فروخت کرنا شروع کیا، ہوٹلوں میں مفت کھانے کا نظم کئی کئی دن تک رہا، اسٹار ہوٹلوں میں بلا معاوضہ ہفتوں رہنے کی اجازت دی گئی، سپر مارکیٹ اپنا سامان مفت میں متاثرین کے لیے دینے کا اعلان کرنے لگیں، اگر متاثرین خوشحال ہوں اور ان کو مفت سامان لینے میں عار اور شرم محسوس ہو تو کہا گیا کہ آپ رات کے اندھیرے میں آئیں، ہم لائٹ بجھادیں گے، خاموشی سے اس طرح سامان لے جائیں کہ کسی کو پتہ بھی نہ ہوا اور آپ کی عزت نفس پر حرف بھی نہ آئے، غرضیکہ انسانی ہمدردی کی آخری حدود کو چھونے میں جاپانی کامیاب ہوئے۔

دوسری طرف ہمارے ایک پڑوسی مسلم ملک میں بھی کچھ سالوں پہلے زلزلہ آیا تھا، ملبوں سے سسکتی، کراہتی لاشوں کو بچانے کے بجائے ہمارے مسلم بھائیوں کو خواتین کے گلوں اور ہاتھوں سے سونے کے

زیورات چھیننے اور لوٹنے سے فرصت نہیں ملی، چشم فلک نے یہ منظر بھی دیکھا کہ لاش ملبہ میں دبی ہے اور صرف ہاتھ باہر نظر آرہا ہے، اندر سے کراہنے کی آوازیں آرہی ہیں لیکن کچھ سنگدل بھائیوں نے ملبہ ہٹا کر جان بچانے کی کوشش کے بجائے حرص ولالچ میں زیورات کے لیے ہاتھ ہی کاٹ لیا، دس روپئے قیمت کا پانی متاثرین کے لیے سوروپیوں میں بکنے لگا، نازک موقع سے ناجائز فائدہ اٹھا کر سامان خورد ونوش میں ہزار گنا دوکانداروں نے اضافہ کیا، یعنی زلزلہ کے متاثرین کو عام دنوں میں تو دس روپیہ میں ملنے والا پیاز سوروپیہ میں ملنے لگا، دوسرے ملکوں سے آنے والا امدادی سامان متاثرین کے گھروں میں پہنچنے کے بجائے دوکانوں میں فروخت ہوتا نظر آیا، غرض یہ کہ بے رحمی، انسانیت سوزی اور سنگدلی کی حدود کو ہمارے اپنوں نے پار کیا۔

جاپان کے اسی دعوتی سفر کے دوران ہم تین ساتھی میٹروٹرین سے واپس آرہے تھے، ٹرین میں ہم دو کو جگہ بیٹھنے کی مل گئی، ایک ساتھی کھڑا تھا، ایک تقریباً ستر سال کی عمر رسیدہ جاپانی خاتون کچھ ہی دیر میں ہماری نشست سے کھڑی ہوگئی، کئی اسٹیشنوں پر بھی جب وہ نہیں اتری تو ان سے ہمارے ساتھی نے پوچھا کہ جب آپ کو اترنا نہیں تھا تو آپ اپنی نشست چھوڑ کر کھڑی کیوں ہوئی؟ اس نے کہا کہ میں نے دیکھا آپ لوگوں کا تین ساتھیوں کا گروپ ہے، دو کو تو سیٹ مل گئی ہے، ایک کھڑا رہے، یہ مجھ سے رہا نہیں گیا، اس لیے آپ کے خاطر میں نے کھڑے ہوکر سفر کرنے کی زحمت برداشت کی، ہم نے بار بار اس کو سمجھانے کی کوشش کی کہ وہ بیٹھے، لیکن وہ نہیں مانی، دوسری طرف بمبئی لوکل ٹرین پر سفر کرنے کے دوران ان گناہ گار آنکھوں نے اس کا متضاد منظر بھی دیکھا ناقابل یقین بھیڑ میں جب ہم سوار ہوکر پنویل سے وی ٹی اسٹیشن آرہے تھے، ایک معمر خاتون ایک سیٹ پر بیٹھی تھی، اس نشست میں صرف 3/4 مسافروں کو بیٹھنے کی گنجائش تھی لیکن پانچ بیٹھے ہوئے تھے ایک چھٹا شخص آیا کچھ دیر کھڑا رہا، تھوڑی دیر میں کنارے بیٹھ گیا اور دوسرے کنارے کھڑکی کے پاس بیٹھی اس معمر خاتون سے غصہ سے بار بار یہ کہتا رہا کہ اماں! ٹھیک سے بیٹھو، تھوڑا دب جاؤ، آگے بڑھو، یہاں تک کہ اس خاتون نے عافیت اسی میں سمجھی کہ اس گالی گلوج کے لہجہ کو سنتے ہوئے تکلیف کے ساتھ اس بیٹھنے سے کھڑے ہوکر منزل پر جانا ہی بہتر ہے، چنانچہ وہ کھڑی ہوگئی اور وہ سنگدل شخص بیٹھا اس کو دیکھتا رہا۔

جاپان کے سفر میں ہم نے اخلاق ومروت اور شرافت وانسانیت نوازی اور وقت کی قیمت جاننے کے ایسے مناظر دیکھے کہ عقل حیران رہ گئی، ٹرین کے آنے میں اگر نصف منٹ بھی باقی ہے تو لائن میں کھڑا شخص کتاب کا مطالعہ کرتا نظر آیا، ٹرین میں چڑھنے کے لیے بے پناہ ہجوم لیکن مجال کسی کی کہ دھکم دھکّا کرتے چڑھنے کی کوشش کرے، سینکڑوں لوگ قطار میں ہیں، لیکن اس طرح کھڑے ہیں کہ کسی کا بدن بھی کسی سے نہ چھوئے، ہر دو آدمی کے درمیان ایک ڈیڑھ فٹ کا فاصلہ، پوری ٹرین کی بوگی میں موجود سو آدمیوں میں دو تین مسافر بھی آپس میں گفتگو کرتے نظر نہیں آتے، سب کے سب اخبارات وکتابوں کے مطالعہ میں مشغول ہیں یا ملازم پیشہ لوگ اپنے لیپ ٹاپ پر آفس کے کام میں منہمک، اسلامی اصولوں کے مطابق دوکانیں اور تجارتی مراکز مغرب سے پہلے بند ہوتے ہیں اور علی الصبح کھلتے ہیں، وطن واپسی پر میرا تو تاثر یہی تھا کہ یہ قوم پوری دنیا میں اخلاق وکردار کے اعلیٰ نمونوں کی حامل ہے، صرف اسلام اور توحید کی نعمت سے محروم ہے، اگر ان کو ہدایت مل جاتی ہے تو پوری دنیا میں یہ قوم اسلام کی بہترین ترجمان اور نمونہ بن کر سامنے آسکتی ہے۔

❁❁❁

قارئین متوجہ ہوں!

محترم قارئین! یہ شمارہ آپ کو کیسا لگا؟ ہم آپ کو ''نقوش اسلام'' کا ایک فرد تسلیم کرتے ہوئے اپیل کرتے ہیں کہ اس شمارہ کے مطالعہ کے بعد اپنی رائے تحریر فرما کر ایک پوسٹ کارڈ پر ضرور ادارہ کو بھیجیں، ہم آپ کی رائے کا خیر مقدم کرتے ہیں، تاکہ رسالہ کو مزید مفید اور مؤثر بنایا جاسکے۔ انشاء اللہ (ادارہ)

فکر وعمل

قربانی کی حقیقت اور اس کے مخصوص مسائل

حمیداللہ قاسمی کبیرنگری

ذی الحجہ کا مہینہ قمری مہینوں کے اعتبار سے آخری مہینہ ہے، اس مہینہ میں جہاں اور بہت سے تاریخی واقعات نظر آتے ہیں، وہیں پر حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور حضرت اسماعیل ذبیح اللہ علیہما السلام کی قربانی کا تاریخ ساز واقعہ ہمیں اس کی اہمیت وعظمت کا احساس دلاتا ہے، یہ دونوں باپ اور بیٹے کے ایسے محیر العقول واقعہ کی یادگار ہے جسے سن کر عقل انسانی حیرت میں پڑ جاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ جب بھی یہ مبارک مہینہ آتا ہے تو پورا عالم اسلام حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور حضرت اسماعیل ذبیح اللہ علیہما السلام کے واقعہ سے اپنے ایمان ویقین کی دنیا آباد کرنے کی کوشش کرتے ہوئے ان کی قربانی کی یاد تازہ کرنے میں لگ جاتے ہیں۔

آج سے تقریباً چار ہزار سال پہلے کی بات ہے کہ عراق کی سرزمین میں پیدا ہونے والا ایک فرماں بردار شخص ہمیشہ ہمیش کے لیے انسانی تاریخ میں اپنا مستقل نشان چھوڑ گیا، اس نے ساری زندگی قربانیوں میں گزاری اور اپنی زندگی کے آخری لمحے تک طرح طرح کی آزمائشوں سے گزرتا رہا، یہ عیدالاضحیٰ انہیں کی عظیم قربانیوں کا حصہ ہے۔

حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کے واقعہ کی حقیقی اہمیت یہی ہے کہ اس میں ایثار وقربانی کی کٹھن منازل کو آسانی سے طے کرنے کا راز علامتی انداز میں بیان کیا گیا ہے، جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شخصیت راہ حقیقت کے سالک کی علامت ہے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شخصیت فطری محبت کے موضوع کی نمائندگی کرتی ہے اور اس میں ذات باری تعالی سے حقیقی اور روحانی محبت کا عکس جھلکتا ہے۔

اس دن کے دو اہم کام ہیں: جیسا کہ آیات قرآنیہ سے معلوم ہوتا ہے: "فصل لربك وانحر" یعنی اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور اس کے نام پر قربانی کرو، حضرت براء بن عاذب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "سب سے پہلا کام جو ہم عیدالاضحیٰ کے روز کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہم نماز پڑھتے ہیں پھر واپس جا کر قربانی کرتے ہیں، جس نے اس پر عمل کیا اس نے ہمارے طریقے کے مطابق عمل کیا اور جس نے نماز سے پہلے قربانی کی تو اس کا شمار قربانی میں نہیں ہے؛ بلکہ وہ ایک گوشت ہے، جو اس نے اپنے گھر والوں کے لیے مہیا کیا ہے"۔

اس حدیث پاک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات کی تفصیل بیان کی گئی ہے، مثلاً عید کی نماز پڑھنا، نماز عید کے بعد قربانی کرنا، اس کے علاوہ اس حدیث سے قربانی کو سنت محمدیؐ قرار دینا اور نماز عید سے پہلے قربانی کرنے والے کی تادیب وغیرہ" معلوم ہوا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود قربانی کرتے تھے، جو اسوۂ نبوی کا ایک حصہ ہے، اس سے زیادہ اور کیا وضاحت ہوسکتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے عمل سے قربانی کی سنت کو مسلمانوں کے لیے خیر وبرکت کا مجموعہ قرار دیا ہے۔

دراصل یہ قربانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عظیم الشان اور بے مثال قربانی کی یادگار اور مسلمانوں میں جذبۂ ایثار وقربانی کو زندہ کرنے کی سالانہ تقریب ہے؛ کیونکہ جان کی قربانی وہ بھی انسانی جان کی اور انسانوں میں بھی اپنے اکلوتے بیٹے کی قربانی ایثار وقربانی کی معراج ہے اور یہ قربانی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پیش کی تھی، جس کو ہمیشہ

کے لیے نمونہ عمل بنادیا گیا ''قرآن وحدیث کی وضاحت سے معلوم ہوتا ہے کہ قربانی کے دنوں میں قربانی سے بڑھ کر کوئی اور نیکی اللہ کو پسند نہیں''۔(ترمذی وابن ماجہ)

بخاری شریف کی روایت ہے حضرت یحیٰی بن سعید فرماتے ہیں کہ میں نے ابوامامہ بن سہیل انصاری سے سنا ہے وہ کہتے ہیں ''کہ ہم لوگ مدینہ منورہ میں قربانی کے جانور کو کھلا پلا کر خوب موٹا کرتے تھے اور عام مسلمانوں کا بھی یہی طریقہ تھا'' اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کا عمل بھی قربانی کے سلسلے میں وہی تھا جو انہیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور عمل مبارک سے معلوم ہوا، کتاب الاضاحی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ (جو آپؐ کے خادم خاص تھے) اپنا اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول عیدالاضحیٰ کے دن کا بیان فرماتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عیدالاضحیٰ کے دن قربانی کیا کرتے تھے اور حضرت انسؓ کا معمول بھی سنت نبوی کے عین مطابق قربانی کرنا تھا، بلکہ حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ نے تو ایک بات اور کہی ہے جو عشق نبوی میں ڈوبی ہوئی ہے کہ میں بھی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں دو مینڈھے کی قربانی کیا کرتا تھا۔

غرض یہ کہ قربانی ایک اہم عبادت ہے اور شعائر اسلام میں سے ہے، اس کا بڑا اجر وثواب ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قربانی کے دنوں میں قربانی سے زیادہ کوئی چیز اللہ تعالی کو پسند نہیں، ان دنوں میں یہ نیک کام سب نیکیوں سے بڑھ کر ہے؛ لیکن ظاہر سی بات ہے کہ قربانی کا حق کما حقہ ہم اسی وقت ادا کر سکتے ہیں اور اس کے بدلے میں جن انعامات کا وعدہ ہے ان کے مستحق ہم اسی وقت ہو سکتے ہیں جب ہم اللہ کے حکم اور فرمان رسول کو سامنے رکھ کر قربانی کریں گے، کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم قربانی بھی کریں مگر بے احتیاطی اور عدم علم کی وجہ سے ایسا کام کر ڈالیں جس سے ہماری تمام تر کوششیں رائیگاں اور بیکار ہو جائیں اور پھر سوائے افسوس وندامت کے کچھ ہاتھ نہ آئے، چونکہ حضور کا فرمان ہے کہ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو قربانی تو کرتے ہیں مگر انہیں سوائے خون بہانے کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا، اس لیے اخیر میں قربانی کے متعلق کچھ مسائل بیان کئے جا رہے ہیں تا کہ عوام کو اس سے زیادہ سے زیادہ فائدے پہنچیں:

مسئلہ:- جو شخص قربانی کا ارادہ رکھتا ہو، اس کے لئے افضل یہ ہے کہ ذی الحجہ کا مہینہ شروع ہونے کے بعد سے قربانی تک بدن کا بال اور ناخن وغیرہ نہ کاٹے۔

مسئلہ:- قربانی صرف اپنی طرف سے کرنا واجب ہے، اولاد کی طرف سے کرنا واجب نہیں، بلکہ اگر نابالغ اولاد مالدار بھی ہے، تب بھی اس کی طرف سے کرنا واجب نہیں، نہ اپنے مال میں سے نہ اس کے مال میں سے، اگر کسی نے اس کی طرف سے قربانی کر دی تو نفل ہو جائے گی۔

مسئلہ:- اگر کسی شخص کے پاس ذی الحجہ کی دسویں اور گیارہویں تاریخ تک اتنا مال نہیں تھا کہ جس سے وہ قربانی کرے، تو اس پر قربانی واجب نہیں، ہاں اگر بارہویں تاریخ کی شام کو سورج غروب ہونے سے پہلے کہیں سے مال مل گیا تو اس پر قربانی واجب ہو گئی۔

مسئلہ:- جس جانور کے پیدائشی طور پر ہی سینگ نہ ہوں، اس کی قربانی درست ہے۔

مسئلہ:- جس جانور کے کچھ دانت ٹوٹے ہوں مگر اسے چارہ کھانے میں زیادہ دشواری نہ ہوتی ہو تو اس کی قربانی درست ہے۔

مسئلہ:- جو جانور قربانی سے پہلے صحیح سالم تھا لیکن قربانی کرتے وقت اچھل کود کرنے سے عیب دار ہو گیا تو اس کی قربانی میں کوئی حرج نہیں۔

مسئلہ:- خصی (بدھیا) بکرے کی قربانی جائز ہی نہیں بلکہ افضل ہے۔

مسئلہ:- اگر کوئی جانور گابھن ہے تو اسکی بھی قربانی جائز ہے، پھر اگر بچہ زندہ نکلے تو اس کو بھی ذبح کر دے۔

مسئلہ:- قربانی کا گوشت کافروں کو بھی دینا جائز ہے، بشرطیکہ اجرت میں نہ دیا جائے۔

مسئلہ:- ذی الحجہ کی بارہویں تاریخ کو سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے قربانی درست ہے، جب سورج غروب ہوجائے تو اب قربانی کرنا درست نہیں ہے۔

مسئلہ:- دسویں تاریخ سے لے کر بارہویں تاریخ تک جب جی چاہئے قربانی کرے، دن میں کرے یا رات میں؛ لیکن رات کو ذبح کرنا بہتر نہیں ہے، کیونکہ اندیشہ اس بات کا ہے کہ شاید کوئی رگ نہ کٹے اور قربانی درست نہ ہو۔

مسئلہ:- بکرا، بکری ایک سال کا ہونا ضروری ہے، بھیڑ اور دنبہ اگر چھ ماہ کا ہو مگر اتنا فربہ اور تیار ہو کہ دیکھنے میں سال بھر کا معلوم ہوتا ہو تو اس کی قربانی جائز ہے، گائے بیل، بھینس پورے دو سال کے ہوں، اونٹ پانچ سال کا ہونا ضروری ہے، اگر ایک دن بھی عمر میں کم ہو تو اس جانور کی قربانی جائز نہیں۔

مسئلہ:- جس جانور کی سینگ پیدائشی طور پر نہ ہوں یا اوپر کا خول اتر گیا ہو، مگر اندر کی ہڈی محفوظ ہو تو اس کی قربانی جائز ہے، ہاں اگر ٹوٹنے کا اثر دماغ تک پہنچ گیا ہو یا اندر کی ہڈی نصف سے زائد ٹوٹ گئی ہو تو اس کی قربانی درست نہیں۔

مسئلہ:- جس جانور کی ایک آنکھ کی روشنی آدھی سے زائد کم ہوگئی ہو اس کی قربانی درست نہیں، اسی طرح ایسا لاغر جانور جو قربانی کی جگہ تک اپنے پیروں سے نہ جاسکے اس کی قربانی بھی جائز نہیں۔

مسئلہ:- جس جانور کے دانت بالکل نہ ہوں، یا اکثر نہ ہوں، اس کی قربانی جائز نہیں، اسی طرح جس جانور کے کان پیدائشی طور پر بالکل نہ ہوں اس کی بھی قربانی درست نہیں۔

مسئلہ:- جس جانور کا تہائی سے زیادہ کان یا دم (پونچھ) کٹی ہوئی ہو اس کی قربانی بھی جائز نہیں۔

مسئلہ:- جو جانور صرف گندگی اور غلاظت کھاتا ہو، دیگر چارہ نہ کھاتا ہو اس کی قربانی جائز نہیں۔

❁❁❁❁❁

مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی کی

اهم تصانیف

۱- مختصر تجوید القرآن (بروایت حفص اردو)
۲- بچوں کی تمرین التجوید (تجوید کے قواعد، مشق اور طریقہ تدریس اردو)
۳- جیب کی تجوید (تجوید کے ضروری قواعد کا پاکٹ سائز مجموعہ)
۴- ریاض البیان فی تجوید القرآن (بروایت حفص عربی)
۵- رہنمائے سلوک وطریقت
۶- مراجع الفقہ الحنفی ومیزاتہا
۷- الامامۃ فی الصلاۃ ومسائلہا واحکامہا
۸- التدخین بین الشرع والطب
۹- حیات عبدالرشید ۲۰۰/روپئے
۱۰- سیرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلویؒ
۱۱- تذکرہ مولانا سید محمد میاں دیوبندیؒ
۱۲- تذکرہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
۱۳- تذکرہ علامہ سید سلیمان ندویؒ
۱۴- تذکرہ حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ
۱۵- چند مایہ ناز اسلاف قدیم وجدید
۱۶- مقالات ومشاہدات
۱۷- مکتوبات اکابر
۱۸- چندہ دینے، دلوانے اور لینے کے آداب واصول
۱۹- افکار دل (۳۰/تقریروں کا مجموعہ)
۲۰- تذکرہ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوریؒ
۲۱- مدارس کا نظام تحلیل وتجزیہ
۲۲- سیرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
۲۳- میری والدہ مرحومہ (نقوش وتأثرات)
۲۴- قادیانیت نبوت محمدیؐ کے خلاف بغاوت
۲۵- لڑکیوں کی اصلاح وتربیت
۲۶- تذکرہ حضرت حافظ عبدالرشید رائے پوری
۲۷- نقوش حیات حضرت مولانا عبدالرحیم متالا
۲۸- ملفوظات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ
۲۹- تصوف اور اکابر دیوبند
۳۰- امامت کے احکام ومسائل
۳۱- فقہ حنفی کے مراجع اور ان کی خصوصیات
۳۲- اللہ ورسول کی محبت
۳۳- ماں باپ اور اولاد کے حقوق
۳۴- عقائد اور ارکان اسلام
۳۵- سیرة النبی الأکرم
۳۶- القادیانیة ثورة علی النبوة المحمدیة
۳۷- Rules of Raising Funds
۳۸- Beliefs and Pillars of Islam
۳۹- A Short Biography of Prophet Muhammad
۴۰- The Rights of Perents and children

ملنے کا پتہ

مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفرآباد، سہارنپور (یوپی)

Mob: 09719831058 - 09719639955

حسن معاشرت

بیویوں کے ساتھ حسن سلوک

محمد مسعود عزیزی ندوی

یہ مضمون دراصل راقم کا ایک بیان ہے، جو ۱۶/ مارچ ۲۰۱۱ء بعد نماز مغرب مرکز کی جامع مسجد میں نوجوانوں کے سامنے ہوا، اس کی افادیت کے پیش نظر قارئین کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔

زندگی گزارنے کا صحیح طریقہ:

اللہ تبارک وتعالی نے ہم کو زندگی گزارنے کا اور رہنے سہنے کا طریقہ بتلایا ہے، اب ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم وہ طریقے جانیں جن سے ہماری زندگی صحیح طریقے سے گزر سکے، سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ ہم اپنے معاشرہ میں صحیح طریقہ سے رہیں، چاہے وہ معاشرہ کا تعلق گھریلو زندگی سے ہو، بیوی بچوں سے ہو، یا اپنے محلّہ پڑوس والوں سے ہو، جن لوگوں سے بھی ہمیں واسطہ پڑتا ہے وہ سب اس میں داخل ہیں، اگر ہمارا ان کے ساتھ میں حسن سلوک اور اچھے کردار کا معاملہ ہوگا تو وہ بالیقین ہم سے متاثر ہوں گے، یہی اسلام کی تعلیم، یہی اسلام کا وطیرہ اور یہی سچے پکے مسلمانوں کا طریقہ ہے، ہم لوگوں کو آپس میں ایک دوسرے کو کیسے ہنڈل کرنا چاہئے، ایک دوسرے کے ساتھ کس طرح رہنا چاہئے، کس کو کس طرح زندگی گزارنی چاہئے یہ اہم سوالات ہیں، چونکہ زندگی کے جو صحیح اصول ہیں ان کو ہم اختیار نہیں کرتے، اس لئے بات بات میں اور بار بار کوئی ایسی بات ہوتی رہتی ہے جس سے دلوں کے اندر کدورت، دلوں کے اندر دوریاں پیدا ہوجاتی ہیں، محبت نہیں رہ پاتی۔

مذہب اسلام نے ہمیں کیا طریقہ بتلایا؟

مذہب اسلام ہمیں یہ طریقہ بتلاتا ہے کہ ہماری گھریلو زندگی کے اندر اور معاشرہ کی زندگی کے اندر محبت پیدا ہو، اس کا طریقہ یہ ہے کہ ہم پہلے اپنے گھر سے شروع کرتے ہیں، کیونکہ سب سے زیادہ عمل کی ضرورت ہمیں گھر کے اندر ہے، گھر کے اندر بیوی ہے، اس کے ساتھ میں کیسا رہنا ہے؟ اس کے ساتھ کیسے معاملہ کرنا ہے؟ سب سے پہلے ہمارا واسطہ اسی سے پڑتا ہے، گھر میں ہم لوگ ذمہ دار ہیں، اس لئے ہم سے تھوڑی سی گڑبڑی بھی ہوتی ہے، اس طرح سے کہ ہم اپنے حقوق تو لینا چاہتے ہیں اور دوسرے کے حقوق کو دینا نہیں چاہتے، مثال کے طور پر بیوی ہے، تو ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ تو میرے گھر کی باندی ہے، میرے گھر کی لونڈی ہے، چونکہ وہ میرے نکاح میں آئی ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

عورت زندگی کی گاڑی کا ایک پہیہ ہے:

عورت ہماری زندگی کا ایک پہیہ ہے، جس طرح مرد پہیہ ہوتا ہے، ویسے ہی بیوی بھی پہیہ ہوتی ہے، تو جب دونوں پہئے لگے رہیں گے، تو زندگی کا بیلنس برقرار رہے گا، سیدھا رہے گا، اگر کسی ایک میں گڑبڑی ہوگی تو بیلنس گڑبڑ ہوجائے گا اور زندگی کی گاڑی خطرے میں پڑجائے گی، کبھی بھی گڈھے میں گرسکتی ہے، پلٹ سکتی ہے، اس لئے ہر آدمی کو اس کا خیال رکھنا چاہئے کہ اپنی بیوی کے ساتھ حسن سلوک کے ساتھ زندگی گزارے، اگر خدانخواستہ بیوی کے ساتھ حسن سلوک صحیح نہیں ہو پاتا، تو اچھا خاصہ گھر چلتا چلاتا جہنم بن جاتا ہے، عام طور سے اس طرح ہوتا ہے اور صرف تھوڑی سی ناسمجھی اور غفلت کی وجہ سے زندگی کی گاڑی کا بیلنس خراب ہوجاتا ہے اور وہ گڑھے میں گرجاتی ہے، اور بنی بنائی زندگی اجیرن بن جاتی ہے، اس لئے سب سے پہلے ایک دوسرے کے حقوق کو پہچاننے کی کوشش کریں تو یہ نوبت نہیں آئے گی۔

بیوی کی بدتمیزی پر شیر کی سواری:

ابوالحسن خرقانی ایک بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں، ان کا ایک واقعہ ہے، ان کی بیوی انتہائی بدتمیز تھی، نالائق تھی، اس کے اندر حسن اخلاق کی کوئی صفت نہیں پائی جاتی تھی، جب بھی کوئی شخص حضرت سے ملنے ان کے گھر آتا تو وہ بڑی بدتمیزی سے پیش آتی تھی، ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ ایک شخص حضرت سے ملنے آیا، گھر کی کنڈی کھٹکھٹائی کہ حضرت سے ملنا ہے، تو اندر سے ڈانٹ پھٹکار کی آواز آئی، بالآخر اس شخص نے کہا کہ مجھے حضرت سے ملنا ہے، تو حضرت کی بیوی نے کہا کہ جنگل میں چلے جاؤ یہاں نہیں ہیں، اس شخص نے جنگل کی طرف جا کر دیکھا کہ ایک بزرگ چلے آ رہے ہیں اور وہ شیر پر سوار ہیں، انہوں نے حیرت میں کہا کہ یہ تو حضرت آ رہے ہیں اور شیر پر سوار ہیں، ان سے سلام مصافحہ ہوا، بتلایا کہ حضرت آپکے گھر آپ سے ملنے گیا تھا ایسا معاملہ پیش آیا، وہ فوراً سمجھ گئے، کہا کہ میری بیوی انتہائی بدتمیز ہے، میں اس کو جھیل رہا ہوں اور اس کی بدتمیزی جھیلنے کی وجہ سے اللہ تعالی نے اس شیر کو میری سواری بنا دیا ہے۔

بیوی کیساتھ حسن سلوک کا بدلہ:

اسی طرح کا ایک واقعہ حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ کا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ شیر پر سوار تھے اور ہاتھ میں کوڑے کی جگہ سانپ کو لے رکھا تھا، تو شیر بے چون و چرا ان کو لئے جا رہا تھا، اتنے میں ان سے ملنے کیلئے ایک شخص آیا، وہ دیکھ کر حیران ہو گیا، کہا کہ حضرت! یہ کیا معاملہ ہے، یہ تو ایک انوکھی بات میں دیکھ رہا ہوں، آپ کو اتنا اونچا مرتبہ کیسے ملا، انہوں نے بتلایا کہ میری بیوی بہت بدتمیز ہے، وہ بات بات پر مجھے کوستی ہے، میں پھر بھی اس کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہوں، اور اس کی بدتمیزی کو مسلسل جھیل رہا ہوں، کبھی اس بندی کو کچھ نہیں کہتا، اسی کے بدولت اللہ تعالی نے مجھے یہ مقام عطا کیا ہے۔

اللہ کی بندی کھنے کی وجہ سے بخشش کا پروانہ:

ایک بزرگ تھے، وہ اپنی بیوی کی بداخلاقی و بدتمیزی برداشت کرتے رہتے تھے، کبھی اف تک نہیں کہتے تھے، ایک دن کا واقعہ ہے کہ وہ کھانے کے لئے سالن لا رہی تھی، اتفاق سے وہ سالن اس کے ہاتھ سے گر گیا، اس پر اس بزرگ نے اس کو ڈانٹا نہیں بلکہ یہ کہا کہ بھائی یہ بھی اللہ کی بندی ہے، کوئی بات نہیں، نقصان ہو گیا تو ہونے دو، اللہ کی بندی ہے، اب کچھ دنوں کے بعد بزرگ کا انتقال ہو جاتا ہے، جب انتقال ہوتا ہے تو بعد میں کسی کے خواب میں آتے ہیں، پوچھا کہ بھائی کیسی گزری؟ کیا ہوا؟ انہوں نے کہا کہ کیا بتلاؤں بس اللہ تبارک وتعالی نے معاف فرما دیا، ویسے تو اللہ تعالی نے میرا کوئی عمل قبول نہیں کیا، صرف ایک بات کہی کہ دیکھو تم نے ہمارے نام کی لاج رکھی، تم نے اپنی بیوی کو ڈانٹا نہیں تھا بلکہ یہ کہا تھا کہ یہ بھی تو ''اللہ کی بندی ہے'' تو نے میری بندی ہونے کا لحاظ کیا تھا اور اس کو کچھ نہیں کہا تھا، لہٰذا آج میں بھی تجھے اس عمل کی برکت سے بخش دیتا ہوں۔

حضور ﷺ کا اپنی بیوی کیساتھ محبت سے پیش آنا:

اپنی بیویوں کے ساتھ محبت سے پیش آنا چاہئے، اپنے اخلاق و کردار کو نبی کے جیسا بنانے کی کوشش کرنا چاہئے، جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کے ساتھ پیش آتے تھے ویسے ہی پیش آنا چاہئے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تو کردار سبھی بیویوں کے ساتھ میں عجیب تھا، ایک مرتبہ حضرت عائشہ گھر میں بیٹھی ہوئی پیالہ میں پانی پی رہی تھی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں پہنچے، دیکھا کہ حضرت عائشہ پانی پی رہی ہیں، تو دور سے کہا اے حمیرہ! کیا کر رہی ہو، انہوں نے کہا کہ پانی پی رہی ہوں یارسول اللہ! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے لیے بھی تھوڑا بچا دینا، تو انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تھوڑا سا بچا دیا، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور پانی لیکر پینے لگے، تو رک گئے کہا کہ عائشہ تمہارے ہونٹ کہاں لگے ہوئے تھے، کہاں سے تم پانی پی رہی تھی، تو حضرت عائشہ نے نشاندھی کی کہ یارسول اللہ! یہاں سے پی رہی تھی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہیں سے ہونٹ لگا کر پانی پیا، ایک نمونہ پیش

کیا امت کے سامنے، یہ اسلامی نمونہ ہے۔

بیوی کے منہ میں لقمہ دینا صدقہ ہے:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''اگر تم اپنی بیویوں کے منہ میں لقمہ بھی دو تو وہ بھی صدقہ ہے'' اور یہ سنت ہے، اس لئے اس کام کو کرنا چاہئے، کبھی دیدینا بھی چاہئے تاکہ سنت پر بھی عمل ہو، ممکن ہے کہ اللہ تعالی کے یہاں ہماری بخشش کا یہی ذریعہ بن جائے، ہم یہ نہ سوچیں کہ یہ تو بوڑھی عورت ہے، یہ تو ایسی ہے ویسی ہے، یہ معلوم ہونا چاہئے کہ ایک سنت پر عمل کرنے سے کتنے شہیدوں کا ثواب ملتا ہے، دیکھنے میں تو بات معمولی سی ہے، اور آپ کہیں گے کہ ہمارے پوتے ہیں، ہمارے نواسے ہیں، ہم لوگ بوڑھے ہیں، ہمارے سفید داڑھی ہے اور یہ کام کررہے ہیں، میں قسم کھا کر کہہ رہا ہوں کہ قبر میں جاتے جاتے اگر ایک بھی سنت زندہ کی تو اللہ تبارک وتعالی ہم کو بخش دے گا، ہمیں اللہ کی ذات سے امید ہے کہ ہمارا یہ عمل قبول ہوجائے گا، یہ معمولی معمولی باتیں ہیں، لیکن ہمیں معلوم نہ ہونے کیوجہ سے بڑی بڑی کوتاہیاں ہوجاتیں ہیں، اور اچھا خاصہ موقعہ ہاتھ سے نکل جاتا ہے۔

ہمارے دونوں کے لئے جنت پکی ہے:

ایک آدمی انتہائی کالا کلوٹا تھا، اس کی شادی ایک حسین وجمیل عورت سے ہوگئی، اب عورت خوبصورت اور شوہر کالا کلوٹا، مسئلہ بہت اہم تھا، بیوی بیچاری کیا کرتی بس بیوی نے صبر کیا اور ہمیشہ خوش وخرم رہی، اس طرح شوہر اپنی حسین وجمیل بیوی کو دیکھ کر انتہائی خوش ہوا اور اللہ تعالی کا شکر ادا کیا، زندگی کے ایام یونہی گزرتے چلے گئے، ایک دن بیوی نے شوہر سے کہا کہ تم بھی جنتی ہو اور میں بھی جنتی ہوں، شوہر نے کہا کہ کیا گارنٹی ہے ہمارے اور تمہارے جنتی ہونے کی، بیوی نے کہا اللہ تعالی نے فرمایا کہ جو شخص شکر ادا کرتا ہے وہ جنتی ہے اور جو صبر کرتا ہے وہ بھی جنتی ہے، میں چونکہ حسین وجمیل ہوں اور تم کالے کلوٹے ہو، اس پر میں صبر کرتی ہوں اور تم مجھے دیکھ کر اللہ تعالی کا شکر ادا کرتے ہو، اس لئے ہم دونوں جنتی ہیں، مجھے اس لئے جنت ملے گی کہ میں تمہیں جھیل رہی ہوں، صبر کررہی ہوں، میں خوبصورت ہونے کے باوجود تم جیسے کالے کلوٹے کے ساتھ رہ رہی ہوں، اس لئے ہمارے دونوں کے لیے جنت پکی۔

بیوی سکون کی چیز ہے:

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے چند چیزوں میں سے جو چیز پسند فرمائی تھی ان میں عورت کو بھی کہا ہے کہ میرے نزدیک عورت بہت پسندیدہ چیز ہے؛ اس سے سکون ملتا ہے، راحت ملتی ہے، قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا: ''لِتَسۡكُنُوٓا اِلَيۡهِنَّ'' کہ تمہاری بیویاں تمہارے لئے سکون کا ذریعہ ہیں، لہٰذا تم ان سے سکون حاصل کرو، لیکن سکون حاصل کرنے کا مطلب صرف یہی نہیں ہے کہ بیوی سے بس ملاقات کرلی جائے، بلکہ اس کی زندگی کے ہر لمحہ سے، زندگی کے ہر گوشہ سے ہمارے گھر میں آنے سے، ہمارے گھر سے نکلنے سے ہمارے لئے وہ باعث سکون ہو، ایک تو یہ کہ وہ ہماری ضرورت پوری کرتی ہے اور ہم گناہوں سے بچتے ہیں، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عورت کے ساتھ حسن سلوک کی فضیلت بیان کی اور بیوی سے ملنے پر ثواب بیان فرمایا، تو صحابہ نے سوال کیا کہ یارسول اللہ! کیا ہمیں اس میں ثواب ملے گا، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم اس عمل کو غلط جگہ کروگے تو تمہیں گناہ نہیں ملے گا، کہنے لگے بالکل گناہ ملے گا، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر صحیح جگہ کروگے تو اللہ تبارک وتعالی کی طرف سے تم کو بالیقین ثواب ملے گا، تو ہمیں سنت سمجھ کر یہ عمل کرنا ہے، سنت سمجھ کر معاشرہ کے اندر رہنا ہے، تاکہ ہماری زندگی ایک نمونہ بن جائے۔

مجھ سے ایک سنت ادا ہوجائے گی:

مولانا احمد علی لاہوریؒ ایک بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں، ان کا واقعہ ہے، جب وہ دیوبند پڑھتے تھے، پڑھائی کے دوران ان کا نکاح ہوگیا تھا، نکاح کس طرح ہوا؟ وہ اس طرح ہوا کہ ایک بار انہی کے علاقہ کا ایک آدمی اپنی بیٹی کا رشتہ تلاش کرتے کرتے دیوبند آ گیا، اس

کو کسی طرح سے معلوم ہوا ہوگا کہ مدرسوں میں اچھے عالم ملتے ہیں، اس لئے وہ دیوبند کے مدرسے میں آ گیا، اس نے کہا کہ میں اپنی بیٹی کا رشتہ عالم سے ہی کروں گا، چنانچہ وہ کسی طرح دیوبند آ گیا اور شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ سے ملاقات کی، ملاقات کرنے کے بعد کہنے لگا کہ حضرت! میری بیٹی جوان ہے، میں چاہتا ہوں کہ کسی اچھے عالم سے، اچھے فاضل سے، اچھے متعلّم سے اس کی شادی کردوں، حضرت نے کہا کہ بھائی ٹھیک ہے، یہ بات پوچھنے سے تعلق رکھتی ہے، تھوڑی دیر کے بعد حضرت نے کہا کہ دیکھو ان بچوں میں سے تمہیں کون بچ رہا ہے، کون اچھا لگ رہا ہے، تو اس شخص کو ایک نوجوان حسین وجمیل اور خوبصورت نظر آیا اور وہ مولانا احمد لاہوریؒ تھے (جو پہلے سکھ تھے، پھر مسلمان ہوگئے تھے) اس آدمی نے کہا کہ یہ بچہ مجھے پسند ہے، کہا ٹھیک ہے، جب تمہیں پسند ہے تو اس سے بات کی جائے گی، اب حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے احمد علی سے پوچھا کہ کیا تم شادی کرنا چاہتے ہو؟ کہا حضرت میں تو سکھ گھرانے کا ہوں، مجھ سے کون شادی کرے گا، میرے گھر والے سب کافر ہیں، مجھ اکیلے کو کون لڑکی دے گا، مولانا نے کہا کہ نہیں اگر کوئی دیدے تو تم کرلوگے، کہا جی ہاں! اگر مل جائے تو اچھی بات ہے، نبی کی ایک سنت زندہ ہوجائے گی، میں سنت کا تارک نہ رہوں گا، حضرت نے لڑکی کے والد کو بتلا دیا کہ ٹھیک ہے یہ لڑکا تیار ہے، لیکن یہ تو سکھ ہے، سکھ گھرانے سے تعلق رکھتا ہے، اس نے کہا کہ مجھے اس سے کوئی تعلق نہیں ہے، بس مجھے لڑکا پسند ہے، اس کے ساتھ ہی کروں گا۔

احمدعلی لاهوری کی سادگی:

اب اگلے دن نکاح دیوبند ہی میں ہونا تھا، احمد علی لاہوری اتنے سادہ تھے، ان کی سادگی کا یہ عالم تھا کہ شادی کے دن ان کے پاس کپڑوں کا ایک ہی جوڑا تھا اور وہ بھی گندا ہو رہا تھا، جب ساتھیوں کو معلوم ہوا کہ احمد علی کی شادی ہے اور اس کے پاس کپڑے نہیں ہیں، چلو ان سے کہیں گے کہ بازار سے چل کر کپڑے خرید لائیں، چنانچہ سب ساتھیوں نے آ کر کہا کہ تمہاری شادی ہے اور تمہارے پاس کپڑے نہیں ہیں، چلو بازار سے کپڑے خرید کرلاتے ہیں، احمد علی نے کہا بھائی میرے پاس تو پیسے نہیں ہیں، کپڑے کیسے لائیں، ساتھیوں نے کہا کسی سے لے لیں، احمد علی بولے میں کسی سے مانگ بھی نہیں سکتا، مجھے شرم آتی ہے، ساتھیوں نے کہا کہ کم ازکم ان ہی کپڑوں کو دھو لیجئے، ساتھیوں کے کہنے کی وجہ سے کپڑے دھل لئے، اب سردی کا زمانہ تھا دھوپ نہیں نکل رہی تھی، ساتھیوں نے ان کو چکر میں ڈالا، ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں، شام تک بھی کپڑے نہیں سوکھے، یہاں تک کہ عصر کا وقت ہوگیا، تو وہ پریشان ہوگئے کہ اب کیا کریں؟ خیر وہ گیلے ہی پہن کر مسجد میں حاضر ہوگئے، ان کو عجیب سا لگ رہا تھا، لڑکے کہہ رہے تھے کہ بھائی تمہارے خسر کیا کہیں گے، لیکن خسر بھی ایسے تھے جو کپڑے کو نہیں دیکھ رہے تھے، بلکہ احمد علی لاہوری کے ماتھے کی لکیروں سے ان کے روشن مستقبل کو دیکھ رہے تھے، اور اللہ تبارک وتعالی نے یہ چیز ان کے خسر کے ذہن میں ڈال رکھی تھی۔

مجهے تو دنیا هی میں جنت مل گئی:

چنانچہ جب آپ کا نکاح ہوگیا اور نکاح ہونے کے بعد چند ہی دنوں کے بعد رخصتی ہوگئی، رخصتی کے بعد ان کی بیوی ان کے یہاں رہنے لگی، کچھ دن گزرنے کے بعد جب ان کی بیوی اپنے میکے آئی تو ان کے گھر والوں نے پوچھا کہ تم نے اپنے شوہر کو کیسا پایا، تو اس لڑکی نے کہا میں نے تو یہ سن رکھا تھا کہ مرنے کے بعد اللہ تعالی کے یہاں جنت ملے گی، لیکن مجھ کو تو دنیا ہی میں جنت مل گئی، یہ لڑکی کے بیان ہیں کہ میں نے تو یہ سن رکھا تھا کہ آخرت میں جنت ملے گی، لیکن اللہ نے مجھ کو دنیا ہی میں جنت دیدی، ایسے انداز سے ان کے ساتھ میں پیش آئے، اور پھر اللہ نے ان کو بڑا مقام عطا فرمایا، مولانا احمد علی لاہوری بڑے مفسر گزرے ہیں، بڑے بڑے علماء ان کے شاگرد ہوئے ہیں، مولانا علی میاں صاحب جن کا نام آپ لوگوں نے سنا ہوگا چوٹی کے عالم تھے، پوری دنیا کے امام تھے، پوری دنیا کے زبردست عالم تھے وہ

بھی مولانا احمد علی لاہوری کے شاگرد تھے، آج بھی لاہور میں ان کی قبر پر سے خوشبو آرہی ہے، ہم بھی ۲۰۰۰ء میں حضرت کی قبر پر حاضر ہوئے ہیں۔

تم میں بھتر وہ ھے جواپنے گھروالوں کیساتھ اچھا ھو:

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهٖ" کہ تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ میں بہتر ہو اور "اَنَا خَيْرُكُمْ لِاَهْلِىْ" اور میں اپنے گھر والوں کے ساتھ تم سب سے زیادہ بہتر ہوں، تو گھر میں پیمانہ یہی ہے، نمونہ یہی ہے، ہم باہر بزرگ بنے پھریں، باہر حضرت بنے پھریں، دوسروں کو اپنی ڈاڑھیوں سے، اپنی ٹوپیوں سے کردار دکھائیں اور ہمارا گھر جہنم بنا رہے، ہمارے گھر کے اندر وہ چیزیں نہیں ہیں، نہ تربیت ہے، نہ اخلاق ہے، نہ کردار ہے، تو پھر ہمارا ظاہری اسلام ہے، دکھاوے کا اسلام ہے، جس کی اللہ کے یہاں کوئی قدر نہیں۔

بیوی کے ساتھ محبت سے پیش آؤ:

تم اپنی بیویوں کے ساتھ اچھے طریقے سے پیش آؤ، اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آؤ، محبت کے ساتھ پیش آؤ، اگر ہم اس کو پیار دیں گے تو بیوی بھی پیار کرے گی، اس کی برائی کسی دوسرے کے سامنے نہیں کرنی چاہئے، خاص طور سے اس کے میکے والوں کے سامنے نہ کریں، اس کی بنائی ہوئی چیزوں کی تعریف کریں، اگر اتفاق سے کھانے میں نمک کم ہوجائے تو اس کا دل نہ توڑیں، انسان ہی سے غلطی ہوتی ہے، اگر وہ کھانا بنا کر لائی ہے اور اس میں کسی چیز کا نقص اور کمی ہوگئی ہے، تو اس کو برا بھلا نہ کہیں، بلکہ خوبصورت انداز میں یہ کہنا چاہئے کہ دیکھئے ماشاء اللہ تم اتنے اچھے گھرانہ کی، اور اتنی اچھی ہو، یہ کھانا تمہیں سجتا نہیں، تمہاری شان کے لائق نہیں، تم تو ماشاء اللہ اتنے اعلیٰ خاندان کی، اتنے اچھے گھرانے کی ہو، چاہے وہ کنڈم خاندان کی ہو، خراب گھرانے کی ہو، لیکن دو میٹھے بول جب آپ بولیں گے، تو وہ پھولے نہیں سمائیگی، پھر وہ آپ کے لئے ہر طرح سے تیار رہے گی۔

پیارومحبت سے دوریاں ختم ھوجاتی ھیں:

کراچی میں ایک شخص تھے جن کی کئی سال ہوئے شادی ہوگئی تھی لیکن میاں بیوی میں آپس میں ناچاکی اور نااتفاقی رہتی تھی، یہاں تک کہ طلاق کی نوبت آگئی، مزے کی بات یہ تھی کہ میاں بیوی ایک بزرگ سے مرید تھے، ایک دن ان دونوں کو خیال آیا کہ جب ہم جدا ہو رہے ہیں تو بزرگ سے ملاقات کرکے ہی علیحدہ ہوں، چنانچہ ایک دن میاں بیوی دونوں بزرگ کے پاس آگئے، دونوں نے کہا کہ حضرت ہماری زندگی اجیرن ہوگئی، ہمارا نبھانا اب مشکل ہوگیا ہے، لہٰذا آپ ہمارے درمیان فیصلہ کردیجئے، اس لئے کہ ہم اب برداشت نہیں کرسکتے، بھائی کیا واقعہ ہے؟ واقعہ یہ ہے کہ ہمارے درمیان دوریاں بہت بڑھ گئیں ہیں، حضرت نے حالات سمجھ لئے کہ جدائی وتفریق مناسب نہیں، لیکن وہ دونوں اصرار کرتے رہے، تو بزرگ نے کہا کہ ٹھیک ہے، تم مجھے چھ مہینہ کا وقت دو، اور ان کو طریقہ بتلادیا کہ تم اپنی بیوی کے ساتھ میں ایسا کرو، چونکہ دونوں ملازم پیشہ تھے، دونوں کی اچھی خاصی تنخواہ بھی آتی تھی، تو انہوں نے طریقہ بتلایا کہ تم کو میں چھ مہینہ کا ٹائم دیتا ہوں، چھ مہینہ کے بعد پھر ہم فیصلہ کریں گے، لیکن تم کو ایک کام کرنا ہے وہ یہ ہے کہ جب تم گھر پر آؤ تو ہنستے ہوئے آؤ، بیوی سے سلام کرو، بیوی کی طرف ہنس کر دیکھو، اس سے بات چیت کرو، یہ عمل کرو، اسکے بعد پھر انشاء اللہ فیصلہ کریں گے، اب چند دن کے بعد جب انہوں نے یہ معاملہ کیا تو وہ دوریاں محبت میں بدل گئیں، ایک مہینہ کے بعد حضرت کے پاس آئے کہا کہ حضرت ہماری زندگی میں تو ایسا مزہ آرہا ہے، آپ نے تو چھ مہینہ کا ٹائم دیا، یہاں تو ایک مہینہ میں ہی انقلاب آگیا۔

ساس بھوکے لئے ایک نعمت ھے:

آج کل کے حالات بہت خراب ہیں، اور دن بدن خراب ہوتے جارہے ہیں، ساس بہو کا جھگڑا دن بدن بڑھتا جارہا ہے، اور یہ مسئلہ اچھے اچھے گھرانوں میں دیکھنے میں آیا ہے، کہ ساس بہو میں لڑائی کا ہونا ایک عام سی بات ہوگئی ہے، کوئی کسی سے کم نہیں، ساس بہو کو برا بھلا کہتی

ہے اور بہو اپنی ساس کو الٹی سیدھی سنانے سے نہیں ہچکچاتی، ایک بزرگ کے یہاں اسی طریقہ سے ایک واقعہ پیش آیا، بیوی نے آ کر شکایت کی کہ میری ساس بڑی ظالم ہے، ایسی ہے، ویسی ہے، لیکن شوہر تو میرے بہت اچھے ہیں، میں ان سے خوش ہوں، اب وہ بزرگ بھی سمجھدار تھے کہا تمہاری بات ٹھیک ہے، تمہارا گھر بھی ٹھیک ہے، تمہارا شوہر بھی ٹھیک ہے، تم یہ بتلاؤ کہ اگر کوئی آدمی تمہیں کوئی نعمت دے، تو تمہیں کیسا لگے گا، اچھا لگے گا کہ نہیں؟ بیوی نے کہا کہ اچھا لگے گا، تو بزرگ نے کہا کہ تمہاری ساس نے تمہیں اتنا اچھا شوہر دیا ہے، تمہیں بیاہ کرلائی ہے، اس نے تمہیں اتنا اچھا مکان دیا ہے، اس کا تیرے اوپر یہی کیا احسان کم ہے، اگر تیری ساس نہ ہوتی تو یہ خوبصورت اور اچھا شوہر کہاں ملتا، اتنا اچھا مکان کہاں ملتا، اب اس عورت کی عقل کے پردے کھل گئے، اس نے کہا کہ بس میں سمجھ گئی ہوں، اب اطاعت وفرمانبرداری کی کوشش کروں گی، بعض مرتبہ عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے، آدمی اپنی ہی بات کو حق سمجھتا ہے اور بات سمجھنے کی کوشش نہیں کرتا، لیکن اگر بات سمجھ میں آ جائے تو کتنا بھی اکھڑ دماغ ہو اور کتنا بھی سرکش ہو، دماغ کتنا بھی موٹا ہو، اگر دماغ کے ذرا سے بھی پردے کھل جائیں تو انشاء اللہ بات اثر کرتی ہے۔

زبان کی پاسداری کے نتائج:

مولانا لطف اللہ صاحب سہارنپوری، دیوبند میں رہتے تھے، ان کا ایک واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ اپنے گھر کی مستورات کو لیکر کہیں جارہے تھے، راستہ میں ایک جگہ چوروں نے ان کو گھیر لیا، مردوں میں اکیلے یہی تھے، بقیہ سب عورتیں تھیں، چوروں نے سامنے آ کر کہا کہ ہم مال بھی لوٹیں گے اور عورتوں کی بھی بے عزتی کریں گے، تو انہوں نے کہا کہ ٹھیک ہے رکو، تم میری بات سنو، مال تو جتنا ہے وہ تو تم کو دیدیتا ہوں، ان عورتوں کے پاس جو زیوارت ہیں وہ سب نکال کر تم کو دیتا ہوں، لیکن ان پردہ نشین عورتوں کو نہ چھیڑا جائے تو بہتر ہے، آپ کو مال کی ضرورت ہے، مال دیتا ہوں، انہوں نے عورتوں سے کہا کہ جس کے پاس ناک میں، کان میں، انگلی میں جو بھی زیور ہیں نکال کر دیدو، اب وہ پانچ چھ عورتیں تھیں، سب نے نکال کر دیدیئے، مولانا نے چوروں سے کہا کہ بھائی سب مال مل گیا، انہوں نے کہا کہ جی مل گیا، مولانا نے کہا ٹھیک ہے جاؤ، اب سارے چور خوشی خوشی چلے، آگے بڑھے، اتنے میں ان عورتوں میں سے ایک لڑکی نے کہا ابا جان! میری یہ ایک انگوٹھی رہ گئی ہے، ہم نہیں دے پائے، لہٰذا چوروں کے قافلہ کو روکو، تو انہوں نے وہ انگوٹھی لی اور ان چوروں کی طرف بھاگے، اب چور بھی ڈرے کہ بھائی اب یہ آ رہا ہے، یہ تو ہم ہی کو مارے گا، لیکن انہوں نے پہچان لیا کہ یہ تو وہی شخص ہے جس نے ہمیں سامان دیا تھا، تو وہ رک گئے کہ دیکھا جائیگا جو کچھ ہوگا، تو مولانا لطف اللہ صاحب نے جاکر ان کو وہ انگوٹھی دیدی اور کہا کہ بھائی چونکہ ہم نے تمہارے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ جتنا بھی ہمارے پاس زیور ہے، مال ہے، وہ سب آپ کو دیدیں گے، ہماری بیٹی کے پاس انگوٹھی چھوٹ گئی تھی، وہ نکال نہ سکی، اس کو لیکر آیا ہوں چونکہ ہم نے آپ سے وعدہ کیا تھا اس لئے لیکر حاضر ہوا ہوں، اب سارے چور حیرت میں پڑ گئے کہ اس آدمی کو اللہ تعالی کا اور اپنی زبان کا اتنا لحاظ ہے کہ ایک انگوٹھی رہ گئی تھی، اس کو دینے کے لئے خود آ رہے ہیں، اور ہم ہیں کہ ڈاکہ زنی کررہے ہیں، ہم بھی مسلمان ہیں، چونکہ چور بھی مسلمان تھے، اس لئے حیرت میں پڑ گئے اور اپنے اللہ کو یاد کرلیا، اور سبھوں نے اس کام سے توبہ کی اور کلمہ پڑھا، اللہ تعالی نے ان کی سمجھ میں یہ بات ڈال دی، اب تک تو یہ چور تھے، مال لوٹ رہے تھے، لیکن ان کی سمجھ میں بات آ گئی، ان کی زندگی میں انقلاب آ گیا اور یہ کہنے اور سوچنے پر مجبور ہوگئے کہ دیکھو یہ تو اپنی بات کا کتنا پاس ولحاظ رکھ رہے ہیں، آخر ہم بھی تو اللہ کے بندے ہیں، ہم بھی اللہ کا کلمہ پڑھنے والے ہیں، ہم بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والے ہیں، اور ہم اس بات کا لحاظ نہیں رکھ سکتے، افسوس کی بات ہے، یہ سب سوچنے سے ان کی زندگی میں انقلاب آ گیا اور فوراً انہوں نے اپنے اس عمل سے توبہ کی، اور انہوں نے سارا لوٹا ہوا مال

واپس کر دیا، اللہ تعالی چونکہ ذرہ نواز ہے، وہ تو بخشش کے بہانے تلاش کرتا ہے۔

ایک چھوٹے سے عمل پر مغفرت کا اعلان:

ایک بزرگ ایک دن بیٹھے ہوئے کچھ لکھ رہے تھے، اتنے میں ان کے قلم پر ایک مکھی آ کر بیٹھ گئی، انہوں نے مکھی کو اڑایا نہیں، یونہی ٹھہرے رہے کہ جب تک یہ چوس نہ لے تب تک میں اپنے قلم کو حرکت نہیں دوں گا، ہوسکتا ہے یہ مکھی بھوکی ہو، پیاسی ہو، جب یہ اڑ جائیگی تب لکھنا شروع کروں گا، کچھ دنوں کے بعد ان کا انتقال ہوگیا، جب اللہ تبارک وتعالی کے یہاں ان کی پیشی ہوئی، تو اس چھوٹے سے عمل سے مغفرت ہوگئی، کچھ دنوں کے بعد یہ بزرگ صاحب کسی کے خواب میں آئے، انہوں نے خواب میں پوچھا بھائی اللہ نے تمہارے ساتھ کیسا معاملہ کیا ہے، بزرگ نے کہا کہ ٹھیک کیا، وہ کیسے؟ بتلاؤ تو کیا واقعہ پیش آیا، انہوں نے بتلایا کہ اللہ کے یہاں میرا کوئی عمل قبول نہیں ہوا، میں نے پوری زندگی حدیث پڑھائی وہ قبول نہیں، تفسیر پڑھائی وہ بھی قبول نہیں، نماز پڑھی، تہجد پڑھی کوئی چیز قابل قبول نہیں، صرف اللہ نے مجھے بس اس بات پر بخش دیا کہ تو نے ہماری مکھی کے ساتھ میں اچھا سلوک، اچھا معاملہ کیا تھا، ایک مرتبہ تو بیٹھا ہوا لکھ رہا تھا اور تیرے قلم کے نب پر ہماری ایک مکھی بیٹھ گئی تھی تو نے یہ سوچ کر اس کو اڑایا نہیں تھا کہ مکھی پیاسی ہے، اللہ کی مخلوق ہے، لہٰذا تیرے اس عمل کی وجہ سے کیونکہ تو نے وہ عمل میری رضا کے لئے کیا تھا، لہٰذا اس پر میں تم کو بخشتا ہوں، اللہ تعالی تو بخشنے کے بہانے تلاش کرتا ہے۔

پیاسے کتے کو پانی پلانے سے ایک زانیہ کی مغفرت:

بنی اسرائیل کی ایک عورت کا واقعہ ہے کہ وہ بڑی زانیہ فاحشہ تھی، لیکن مرنے کے بعد اللہ تعالی نے اس کی مغفرت کردی، پتہ چلا کیسے؟ وہ واقعہ مشہور ہے آپ لوگوں نے بھی سنا ہوگا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک زانیہ فاحشہ عورت نے ایک مرتبہ ایک پیاسے کتے کو جو پیاس سے تڑپ رہا تھا، کنویں سے کسی برتن یا موزے میں پانی لے کر اس کو پلا دیا تھا، وہ اللہ کی ایک مخلوق تھا، اب اللہ تعالی کو یہ بات پسند آئی، اللہ تعالی تو ذرہ نواز ہیں، اگر ہم اہل زمین پر رحم کریں گے، تو اللہ ہم پر رحم فرمائے گا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "الراحمون یرحمھم الرحمن" کہ جو بھی کسی پر رحم کرتا ہے اللہ تعالی اس پر رحم کرتا ہے اور "ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء" تم ان زمین والوں پر رحم کرو، ان کے ساتھ میں اچھا معاملہ کرو، آسمان والا تم پر رحم کرے گا، آسمان والا تمہارے ساتھ اچھا معاملہ کرے گا، اس زانیہ اور فاحشہ عورت نے اس پیاسے کتے کو پانی پلایا، ادھر اللہ کی رحمت کا دریا جوش میں آیا اور اس کی مغفرت ہوگئی۔

فاطمہ جیسی عورت بننے کی کوشش کرنی چاهئے:

ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ ہم اس طریقہ سے زندگی گزاریں کہ جس سے ظاہر ہو کہ ہم واقعی اللہ والے ہیں، نبی کی صاحبزادی کی طرح رہیں، ان کے عمل کو اپنی زندگی میں عملی جامہ پہنائیں، آپؐ کی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جو جنت کی عورتوں کی سردار، ان کی شادی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوئی تھی، کئی دن سے ان کے گھر میں فاقہ ہو رہا تھا، ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کہیں سے کچھ کما کر لائے، تو فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس دن چار روٹیاں بنائیں، ایک حضرت علی کیلئے، ایک حسن کیلئے، ایک حسین کے لئے اور ایک اپنے لئے، غور کرنے کی بات ہے سب نے اپنی اپنی روٹیاں کھالیں، مگر حضرت فاطمہ نے اپنی روٹی میں سے صرف آدھی روٹی کھائی، اور آدھی روٹی کپڑے میں چھپا کر رکھ لی اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لیکر حاضر ہوئی اور کہا کہ ابا جان! یہ میں آپ کے لئے لائی ہوں، آپ اس کو قبول فرمالیں، فرمایا کہ یہ کیا ہے بیٹی؟ کہا کئی دن سے گھر میں فاقے ہو رہے تھے، چولہا نہیں جلا تھا، آج حسنین کے والد گرامی کہیں سے آٹا لائے تھے، اس کی چار روٹیا بنائی تھیں، میرے حصے میں بھی ایک روٹی آئی تھی مجھ کو خیال ہوا کہ معلوم نہیں میرے ابا جان کس حال میں ہوں گے، اس لئے آدھی روٹی آپ کے لئے لائی ہوں،

قربان جائیے اس پیغمبر پر اور اس پیغمبر کی زندگی پر، انہوں نے فرمایا کہ میری بیٹی میں تین دن سے بھوکا ہوں، میری بیٹی تمہارا بہت بہت شکریہ، اللہ تمہیں اس کا بدلہ عطا فرمائے۔

رسول کی زندگی کو اپنا اسوہ بناؤ:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور ان کے گھر والوں کی زندگی ایک ایسا نمونہ ہے جو رہتی دنیا تک ایک آئیڈیل کی حیثیت رکھتا ہے، ان کی زندگی کس طرح بسر ہوئی، کیسے کیسے حالات آئے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی زبان پر حرف شکایت نہیں لائے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہے کہ مہینوں مہینوں گھر پر چولہا نہیں جلا، آپ لوگ حیرت کریں گے، اگر ہم لوگوں کے یہاں ایک دن چولہا نہ جلے، تو شکوہ شکایات اور مرنے کی بات ہونے لگتی ہے، لیکن پیغمبر علیہ السلام کائنات کا وجود جن کی برکت سے ہے، ان کے یہاں مہینوں مہینوں چولہا نہیں جلا، آپ لوگ حیرت کریں گے کہ پھر زندہ کیسے رہے؟ ہلکی پھلکی کھجور کہیں سے مل گئی، یا کہیں سے آ گئی اس کو کھالیا، ورنہ تو پیٹ پر پتھر باندھ لیا، پانی پی کر گزر بسر کیا، ایسا نہیں تھا کہ کچھ تھا ہی نہیں، اللہ نے ان کو فرمادیا تھا کہ اے محمد! اگر تم چاہو تو اس احد پہاڑ کو تمہارے لئے سونے کا بنادوں، لیکن ان کو امت کو تعلیم دینی تھی، امت کو بتانا تھا، اس لئے یہ نمونہ ہمارے لئے چھوڑ کر گئے ہیں، تو اس نمونہ کا ہمیں پاس ولحاظ رکھنا چاہئے۔

مذہب اسلام میں کوئی تفریق نہیں:

جرمنی کے ایک آدمی نے اپنا ایک واقعہ نقل کیا ہے، انہوں نے یہ بیان کیا کہ میں جس آفس میں کام کرتا تھا، وہاں کئی کاؤنٹر بنے ہوئے تھے، میرے کاؤنٹر کے برابر میں دوسرے کاؤنٹر پر ایک عیسائی لڑکی کام کرتی تھی، ایک روز جب وہ صبح صبح ڈیوٹی پر آئی تو اس کا چہرہ اداس تھا، میں نے اس سے اداسی کا حال پوچھا کہ بہن کیا بات ہے، آج تو تم بڑی اداس معلوم ہو رہی ہو؟ اس نے کہا کہ میں اداس اس لئے ہوں کہ میں جس مکان میں رہتی ہوں، وہ مکان کرائے کا ہے اور اس کا مالک میرا باپ ہے، وہ مجھ سے ہر مہینہ کرایہ وصول کرتے ہیں، لیکن ابھی کچھ دنوں سے زیادہ کرایا مجھ سے وصول کر رہے تھے، اور مجھ سے یہ کہتے تھے کہ اگر تو اتنا کرایہ نہیں دے گی تو دوسرے آدمی کو زیادہ کرائے پر دیدوں گا، میں ان کے کہنے پر کرایا بڑھاتی رہی، لیکن اس مہینہ میں کچھ زیادہ ہی بڑھانے کو کہہ رہے تھے، میں نے انکار کیا، تو وہ اس گھر کو خالی کرانے پر بضد ہوگئے اور کہا کہ تم سے زیادہ پیسے پر فلاں آدمی سے بات کر چکا ہوں، اس کو مکان کرائے پر دینا ہے، تو میں نے نکل پھر دوسرا مکان تلاش کیا، اس مکان میں تبدیل ہونے میں دیر ہوگئی، اس لئے آج تاخیر سے اس حالت میں پہنچی ہوں، میں نے کہا میری بہن تمہارا یہ کیسا مذہب ہے کہ جس میں باپ بیٹی میں تفریق ہے، تمہارا باپ کیسا ہے کہ تم سے کرایا لے رہا ہے، ہمارے مذہب میں تو باپ اپنی بیٹی پر جان چھڑکتا ہے اور بیٹی اپنے باپ کے اوپر جان چھڑکتی ہے، آپ ہمارے نبی کی تعلیم کو پڑھ کر دیکھو تو تمہیں یہ بات اچھی طرح سے معلوم ہو جائے گی کہ ایک باپ اپنی بیٹی کے ساتھ کیا کردار ادا کرتا ہے، اور تمہاری تعلیم کا یہ اثر ہے کہ باپ بیٹی میں تفریق کردی، باپ الگ، بیٹی الگ، بیٹا الگ اور ان کی تفریق کا یہ عالم ہے کہ آج جب ماں باپ بوڑھے ہو جاتے ہیں تو اپنے بچوں سے کوسوں دور ہو جاتے ہیں۔

بوڑھے ماں باپ سرکار کے حوالے:

باہر ملکوں میں امریکہ ہو یوروپ ہو، وہاں الگ سے مکان بنے ہوئے ہوتے ہیں، جیسے یتیم خانے بنے ہوتے ہیں، ان کے یہاں یہ ہوتا ہے کہ باپ بوڑھا ہوگیا، ریٹائیرڈ ہوگیا، امی بوڑھی ہوگئی تو ان کو وہاں سرکاری ہاؤس میں ڈال دیتے ہیں، اب گورمنٹ کی طرف سے ان کو روٹی ملتی ہے، گورمنٹ کی طرف سے ان کو رہنا ملتا ہے، وہ آزاد رہتے ہیں، بوڑھوں کو وہاں ڈال دیتے ہیں، اور کبھی کبھی سال میں ایک دو مرتبہ فون کر کے خیریت معلوم کر لیتے ہیں، تو اسی سے وہ خوش ہوتے ہیں، ان کی تعلیم کا اثر یہ ہے اور ہماری تعلیم یہ ہے کہ والدین کے حقوق ادا کرنے ہیں، باپ جنت کا دروازہ ہے اور ماں کے پاؤں کے نیچے جنت ہے، تو ہماری تعلیم یہ ہے، ہماری تعلیم کے اندر حسن معاشرت ترغیب

ہے، پھراس پراجروثواب ہے،تو یہ صرف تعلیم اور ماحول کا فرق ہے۔

ہمارے نبی کا طریقہ کچھ اور ہی ہے:

ام جمیل کا نام آپ نے سنا ہوگا کہ مکہ میں ایک بوڑھی عورت تھی، جوحضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر روزانہ کوڑا ڈالتی تھی، ایک مرتبہ وہ بیمار ہوگئی، اس کی طبیعت خراب ہوگئی اور کئی روز سے یہ عمل نہیں ہوا، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو ساتھ لیکر اس کے گھر گئے، ام جمیل کے دروازہ پر پہنچے اور کنڈی کھٹکھٹائی، ام جمیل اس وقت اپنے گھر میں اپنی بیٹی کے ساتھ اکیلی تھی، وہ باتیں کررہی تھیں، تو اس نے کہا بیٹی دیکھو دروازہ پر کون ہے، تو اس نے جاکر دیکھا تو محمد نظر آئے، اندر جاکر ماں سے کہا کہ امی جان وہ تو محمد ہیں، جن پر تو روزانہ کوڑا کرکٹ پھینکا کرتی تھی، آج تو وہ ماریں گے، تجھ کو بھی ماریں گے اور مجھ کو بھی ماریں گے، آج تو قیامت آگئی، ام جمیل نے کہا کہ کوئی بات نہیں، معافی مانگ لوں گی، اب کیا کرسکتے ہیں، مرد یہاں پر کوئی ہے نہیں ہم ہی دونوں ہیں، ان کو اجازت دیدو، چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اندر داخل ہوئے، ام جمیل نے پوچھا کہ محمد! کیسے آنا ہوا؟ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اصل میں تو روزانہ میرے اوپر کوڑا کرکٹ ڈالتی تھی، کئی روز سے نہیں ڈالا، میں نے خیریت معلوم کی کہ ام جمیل کئی روز سے نظر نہیں آرہی ہے، معلوم ہوا کہ تمہاری طبیعت خراب ہے، تمہاری تیمارداری کرنے آیا ہوں، تمہاری خیریت معلوم کرنے کے لئے آیا ہوں، اتنا سننا تھا کہ اس بڑھیا کے ذہن ودماغ کے دریچے کھل گئے، فوراً کہا یا رسول اللہ! میں تو اسلام لاتی ہوں، کلمہ پڑھتی ہوں ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' آپ حقیقی پیغمبر ہیں، میں تو آپ پر ایمان لاتی ہوں۔

اگرتم بیویوں کا خیال کروگے توگھر جنت بن جائے گا:

ہم یہ سوچتے ہیں کہ ہماری بیوی صرف ہماری خدمت کرے، ہرطرح سے ہمیں آرام پہنچائے، مگر ہم اپنی بیویوں کا خیال نہ کریں، تو معاملہ خراب ہوجاتا ہے، اس لئے بیویوں کا جو حق ہے، اس کو ادا کرنے کی حتی الامکان کوشش کرنی چاہئے، اور یہ ہمارا تمہارا فریضہ بنتا ہے، اگران کا خیال رکھوگے تو تمہارا گھر جنت بن جائے گا، چونکہ بیوی تمہارے تابع ہے، اپنا گھر چھوڑ کر آئی ہے، ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہم اس پر حکمرانی کریں، اس کا بھی کوئی ہے، ٹھیک ہے وہ اپنے گھر سے آگئی ہے، یہاں پر اس کے بھائی نہیں ہیں، اس کے ابا نہیں ہیں، اس کی اماں نہیں ہے اور اس کے رشتہ دار نہیں، مگر اوپر والا تو ہے، اللہ تو سب کا ہے، وہ سب کا لحاظ کرتا ہے، اس لئے اپنی بیوی کے ساتھ ہمدردی کا معاملہ کرنا چاہئے، اس کے ساتھ اچھے کردار اور اچھے انداز سے پیش آنا چاہئے، لیکن اگر اپنے اپنے حقوق کو لئے رکھوگے، ان کا خیال نہیں رکھوگے تو دوریاں ہوتی جائیں گی، اور دن بدن خرابیاں ہی پیدا ہوتی چلی جائیں گی، لیکن اگر حسن معاشرت، اچھا کردار پیش کریں گے، اچھے انداز میں رہیں گے توانشاء اللہ ہماری زندگی میں تبدیلی آجائے گی اور اس کے اچھے اثرات مرتب ہوں گے۔

حسن اخلاق سے ہی جیتا جاسکتاہے:

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے، صحابہ کرام کی جماعت آپ کے اردگرد بیٹھی ہوئی تھی، اتنے میں ایک قبیلہ کا آدمی آیا، اور مسجد نبوی میں بیٹھ کر پیشاب کرنے لگا، صحابہ کرام نے ہٹانا چاہا، ارے ہٹو اللہ کے گھر میں پیشاب کررہے ہو، اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں، ابھی ٹھہرو، اس کو مت چھیڑو، کرنے دو اس کو جو کررہا ہے، یہاں تک کہ اس نے اطمینان وسکون کے ساتھ پیشاب کرلیا، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو محبت اور پیار سے سمجھایا کہ کوئی بات نہیں، تم کو معلوم نہیں تھا کہ یہ اللہ کا گھر ہے، اور اللہ عظیم الشان ہے، اس کے گھر میں پیشاب کرنا اچھا نہیں ہے، تم کو معلوم نہیں تھا، کوئی بات نہیں، لیکن اس کا خیال رکھنا چاہئے، توجب وہ اپنے قبیلہ میں گیا تو خوب زور زور سے، چیخ چیخ کر کہنے لگا کہ سنو! اے قبیلہ والو! میں محمد کے پاس سے آرہا ہوں، وہ ایسے انسان ہیں، میں نے اتنا بڑا جرم کیا ہے، اللہ کے گھر میں پیشاب

کیا، پھر بھی انہوں نے مجھے کچھ نہیں کہا، حالانکہ لوگ مجھے مار سکتے تھے، پیٹ سکتے تھے، لیکن انہوں نے مجھے معاف کر دیا اور کتنے اچھے انداز میں سمجھایا کہ اچھا چلو ٹھیک ہے، اب مت کرنا، یہ اچھی بات نہیں ہے، تو تین سو آدمی اس کے ساتھ آ کر مسلمان ہوئے۔

جلدبازی میں کوئی فیصلہ نہ کریں:

جب ہمارے سامنے کوئی بات آتی ہے جو مزاج کے خلاف ہوتی ہے، تو ہم قابو سے باہر ہو جاتے ہیں، ہمارا ٹمپریچر فوراً ہائی ہو جاتا ہے، بعض مرتبہ ذراسی غلطی پر بڑے بڑے خراب واقعات پیش آ جاتے ہیں، اس لئے سب سے پہلے سوچیں اور غور کریں، پھر فیصلہ کریں، اس کے لئے ضروری ہے کہ ہمیں دونوں طریقے سے سوچنا چاہئے، دونوں ناحیہ سے بات کو سمجھنا چاہئے، چاہے وہ بزنس کی بات ہو، گھر کی بات ہو، کھیت کی بات ہو اور آپسی ماحول کی، معاشرہ کی بات ہو، اگر کوئی بات ہوتی ہے تو اس کو دونوں ناحیہ سے سوچیں، اس میں کیا منفی پہلو ہے، کیا مثبت پہلو ہے، کیا اس میں اچھائی ہے اور کیا برائی ہے، اس کے بعد فیصلہ کرو، صرف یہ نہیں کہ جوش آیا اور فوراً معاملہ طے کر دیا، ایسا نہ ہونا چاہئے تو اگر ہمارا یہ طریقہ رہا، تو انشاءاللہ ہماری زندگی میں انقلاب آ جائے گا اور ہماری زندگی ایک اچھی زندگی بن جائے گی۔

اپنے گھر میں نبی کی سنت زندہ کیجئے:

ہم اپنے گھروں میں نبی کی سنت کو زندہ کریں، نبی کی ایک سنت یہ ہے کہ ہم اپنی بیوی کو اپنے ہاتھ سے کھلائیں یہ بھی صدقہ ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا کہ بیوی کے منہ میں لقمہ دینا بھی صدقہ ہے، یہ اتنی اچھی بات ہے اور آپ کے گھر کو جنت بنا دے گی، اس طریقہ سے ان کے ساتھ میں جو معاملات کرتے ہیں، اگر ادھر سے کوئی غلطی ہو جائے تو برداشت کر لو، تحمل کر لو، اور یہ سمجھ لو کہ ٹھیک ہے، میں قادر ہوں، ڈانٹ بھی سکتا ہوں، میں مار بھی سکتا ہوں، لیکن یہ اللہ کی بندی ہے، یہ لحاظ کر کے اس کو کچھ نہ کہو، نمک زیادہ ہو گیا، مرچ زیادہ ہو گئی یا کم ہو گئی، یا کھانے میں کوتاہی ہو گئی یا کپڑے دھلنے میں کوتاہی ہو گئی، گھر میں بہت ساری باتیں پیش آ جاتی ہیں، ان کو جھیلنا پڑتا ہے، برداشت کرنا پڑتا ہے، ہوسکتا ہے کہ اس پریشانی کے جھیلنے سے اللہ تعالی ہمیں جنت دیدے، اللہ ہم سے راضی ہو جائے، اللہ کے یہاں ہمارا کوئی عمل قبول ہو جائے، تو ہمیں عمل اس طرح کرنا ہے کہ اللہ ہم سے راضی ہو جائے، اللہ بڑے بڑے اعمال کو نہیں دیکھتا بلکہ اس کو اگر چھوٹے چھوٹے عمل بھی پسند آ جائیں تو اس پر بھی ہماری کشتی کو پار کر دیتا ہے، اور ہماری مغفرت کا معاملہ کر دیتا ہے، عمل تو ہم نماز کے، روزہ کے، صدقہ کے کرتے ہیں، کچھ ایسے عمل بھی کریں، جن کو ہم جانیں اور ہمارا رب جانے، نہ ہماری بیوی جانے، نہ ہمارے بچے جانیں اور نہ ہمارے گھر والے جانیں، چپکے سے کریں اور وہ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ کیا ہو سکتے ہیں، خیر کے کام ہو سکتے ہیں، جو بھی کام کیا جائے وہ سوچ سمجھ کر کیا جائے، یہ سوچ کر کہ بس اللہ میرا کوئی عمل نہیں، بس یہ معمولی سا عمل ہے، اس کو میری مغفرت کے لئے خاص فرما، تو یقیناً اللہ تعالی ہمیں بخش دے گا۔

سب کے حقوق پہچاننے والے بنیں:

ہم سب اپنے معاشرہ کے اندر، اپنے گھروں کے اندر، اپنے محلّہ کے اندر، اپنے پڑوس کے اندر پیار اور محبت کی باتیں کرنے والے بنیں اور محبت وسلوک کا معاملہ کرنے والے بنیں، ساتھ ہی ساتھ سب کے الگ الگ حقوق پہچانیں، صرف اپنے حقوق لینے ہی والے نہیں؛ بلکہ دوسروں کے حقوق کو پہچاننے والے بھی بنیں، بیوی کے حقوق بھی پہچانیں، اولاد کے حقوق کو بھی پہچانیں، ماں باپ کے حقوق بھی پہچانیں، بھائی بہن کے حقوق کو بھی پہچانیں، محلّہ والوں، پڑوس والوں کے حقوق بھی پہچانیں اور پورے معاشرہ کے حقوق کو پہچانیں، تو انشاءاللہ زندگی کا ہر مسئلہ آسانی سے حل ہو جائیگا، دنیا کی ساری الجھنوں سے ہمیں نجات مل جائے گی، اللہ تبارک وتعالی ہم سب کو اپنی اپنی زندگی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز پر ڈھالنے کی توفیق عطا فرمائے۔

❁❁❁

تجزیہ

ہندوستان میں داعش کی آہٹ

مسلمانوں کو ایک نئے خطرے کا سامنا

مولانا شمس تبریز قاسمی ایڈیٹر بصیرت آن لائن، دیوبند

داعش کو وجود میں آئے تقریبا دو سال سے زائد کا عرصہ گذر چکا ہے، اپریل ۲۰۱۳ء میں یہ تنظیم دنیا کے نقشے پر وجود پذیر ہوئی تھی، داعش کا پورا نام ''الدول الاسلامیہ فی العراق والشام'' ہے، جسے انگلش میں ''Islamic State of Iraq and Syria'' (آئی ایس آئی ایس) کہتے ہیں اور اب یہ نام مختصر ہوکر ''آئی ایس'' ہوگیا ہے، تنظیم کے سربراہ ابوبکر البغدادی ہیں جو اپنے حامیوں کے مابین امیر المومنین کے نام سے جانے جاتے ہیں، اس تنظیم کا بنیادی مقصد عراق وشام میں خلافت اسلامیہ کا قیام ہے، اپنے وجود میں آنے کے فورا بعد داعش نے پوری دنیا کی توجہ اپنی طرف مرکوز کرلی، اپنی طاقت اور قوت کے سامنے عراقی کی آرمی کو بے بس کرکے عراق کے اکثر حصہ پر قبضہ کرلیا، دوسری طرف شام کی طرف بھی یہ تنظیم کافی تیز رفتاری سے بڑھ رہی ہے، عراق وشام میں داعش اپنی حکومت قائم کرچکی ہے، عراق کے بیشتر حصے پر داعش قابض ہے، موجودہ حکومت کا علاقہ برائے نام رہ گیا ہے، داعش کے زیر کنٹرول علاقہ کی کل آبادی آٹھ ملین بتائی جارہی ہے، نظام مملکت کی تمام چیزیں داعش کے زیر اقتدار علاقوں میں پائی جاتی ہے، تاہم اب عالمی رہنماؤں نے اسلامی ریاست کو ایک علیحدہ ملک کے طور پر قبول نہیں کیا ہے اور اس پر ہر طرح کی پابندیاں عائد ہیں۔

عالمی رہنماؤں کا ماننا ہے کہ داعش ایک دہشت گرد تنظیم ہے، جس سے پوری دنیا کو خطرہ لاحق ہے، اس کی آہٹ امریکہ اور یورپ تک سنائی دینے لگی ہے، داعش کی مسلسل پیش قدمی کو روکنے کیلئے امریکہ نے سب سے پہلے پہل کی اور چالیس ممالک کے اتحاد پر مشتمل فوج تیار کرکے داعش کی سرکوبی شروع کردی، ان دنوں تقریبا ۶۰ر ممالک بلاواسطہ یا بالواسطہ طور پر اسلامک اسٹیٹ کے خلاف برسر پیکار ہیں، لیکن: ؎

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

داعش سمٹنے کی بجائے دن بہ دن بڑھتی جارہی ہے، اس کے زیر اقتدار علاقوں کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہورہا ہے، چالیس ممالک کی فوجوں کی کارروائیاں داعش کے سامنے بے اثر ثابت ہورہی ہیں، ہر روز داعش کی پیش قدمی کی ہی خبریں آرہی ہیں، داعش کی ہزیمت اور شکست کی خبریں آج تک میڈیا کی زینت نہیں بن سکی ہے، حالانکہ یہی امریکہ اور ناٹو کی افواج ہے، جس نے ایک ہفتہ کے اندر لیبیا کی قذافی حکومت کا تختہ پلٹ دیا تھا، ایک چھوٹا سا بہانہ بنا کر لیبیا پر قبضہ کرکے وہاں کی حکومت کی اینٹ سے اینٹ بجادی تھی، لیکن داعش کے خاتمہ کیلئے امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی تمام کوششیں رایگاں ثابت ہورہی ہے۔

داعش کے حوالے سے مسلسل ایسی خبریں آرہی ہیں جس پر یقین کرنا ایک عام آدمی کے لئے بھی مشکل ہوجاتا ہے، روز اول سے عالمی میڈیا کے توسط سے داعش کی جو خبریں آرہی ہے ان کا لب لباب یہ ہوتا ہے کہ داعش دنیا کی ایک خطرناک دہشت گرد تنظیم ہے، داعش سے وابستہ افراد خون کے پیاسے، انسان نما درندے اور بھیڑیئے ہیں جو برسر عام بے گناہوں کا قتل کرتے ہیں، عورتوں کی عصمت وعفت چاک کرتے ہیں، اپنے احکامات نہ ماننے والوں پر شکنجہ کستے ہیں، مغربی میڈیا نے متعدد ایسی ویڈیوز داعش کی حوالے سے جاری کی ہیں جسے دیکھ کر دنیا نے یہ تسلیم بھی کرلیا کہ واقعی داعش ایک خونخوار تنظیم ہے، داعش کے خونخوار ہونے کی جو سب سے بڑی دلیل دی جاتی ہے وہ یہ کہ داعش بے گناہوں کا قتل کرکے اس کی ویڈیوز سوشل میڈیا پر اپلوڈ کرتی

ہے تا کہ لوگوں میں اس کا خوف وڈر رہے، اس سلسلے میں ماضی میں دو ویڈیو کی خبر ہفتوں اخبار کی شہ سرخیاں بنتی رہی ہیں، ایک دو جاپانی شہری کے قتل کی ویڈیو اور دوسرے ایک امریکی صحافی کے قتل کی ویڈیو، ان دونوں ویڈیو کے ذریعہ یہ دیکھایا گیا تھا کہ داعش نے ان کا سر قلم کر دیا ہے، لیکن ویڈیو دیکھ کر پتہ چلتا ہے کہ وہ حقیقت پر مبنی نہیں ہے کیونکہ ان ویڈیوز میں صرف جلاد اور جس شخص کو قتل کیا جارہا ہے اسے دیکھا جارہا ہے اور بس، نہ قتل کرتے ہوئے دیکھایا گیا ہے اور نہ مقتول کی تصویر ہے، جس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ اس ویڈیو کی کوئی حقیقت نہیں ہے، داعش کی ان حرکتوں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ قتل کی ویڈیوں جاری کرنے کا مقصد یہ ہے کہ داعش پوری دنیا پر اپنا خوف مسلط کرنا چاہتی ہے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر داعش کا مقصد پوری دنیا پر اپنا خوف قائم کرنا ہے، تو پھر عین قتل کی ویڈیو کیوں جاری نہیں کرتی ہے، ویڈیو کی شکل اور ہیئت دیکھ کر یہ کہنا مشکل ہے کہ ویڈیو حقیقت پر مبنی ہے، جس امریکی صحافی کے قتل ویڈیو جاری کی گئی تھی اس کے بارے میں یاہو ڈاٹ کام نے یہ رپورٹ پیش کی تھی کہ اس شکل کا آدمی امریکہ میں موجود پایا گیا ہے۔

داعش میں شامل لوگ کون ہیں؟ داعش کی حقیقت کیا ہے؟ کب سے یہ تنظیم پس پردہ کام کر رہی تھی؟ اندرونی طور پر کون لوگ داعش کی مدد کر رہے ہیں؟ یہ تمام ایسے سوالات ہیں جن کے جوابات اب تک نہیں مل سکے ہیں، تاہم حقائق پر نگاہ رکھنے والے یہ مانتے ہیں کہ یہ سب امریکہ کا کھیل ہے، داعش کے بہانے امریکہ پوری دنیا میں اسلام کی شبیہ مسخ کرنے کی کوشش کر رہا ہے، وہ اسلام کا دہشت گردانہ چہرہ پیش کرنے کی کوشش میں داعش جیسی تنظیم کو وجود میں لایا ہے، داعش سے امریکہ کا یہ مفاد بھی وابستہ ہے کہ عراق وشام کا مزید ایک ٹکرا ہوگیا ہے، جس سے مسلم ممالک کی طاقت مزید کمزور ہوئی ہے، دوسری طرف کچھ لوگوں کا یہ بھی ماننا ہے کہ داعش کی جنگ سیاسی ہے، اس میں وہ لوگ شامل ہیں جو عراق کے سابق صدر صدام حسین کے زمانے میں افسران تھے، سالوں کی تیاری کے بعد یہ تنظیم منظر عام پر آئی اور عراقی حکومت کے خاتمہ میں ایک سنگ میل عبور کرنے میں کامیاب ہوگئی، داعش کا معاملہ جو کچھ ہو لیکن اتنا ضرور ہے کہ داعش کے بہانے عالمی میڈیا پورے عالم اسلام کی شبیہ پر بدنما داغ لگا رہا ہے، اسلامی تعلیمات کا چہرہ مسخ کرنے کوششوں میں مصروف ہے، ان خبروں کے سہارے پوری دنیا داعش کو اسلام سے جوڑ کر یہ کہہ رہی ہے داعش دنیا کی سب سے بڑی دہشت گرد تنظیم ہے، حالانکہ جن لوگوں نے داعش کو قریب سے دیکھا ہے، ان کی نگاہ میں داعش ایک امن پسند جماعت ہے، گذشتہ سال داعش کی یرغمال میں چالیس ہندوستانی نرسیں تھیں، عراق سے واپسی پر داعش کے حوالے سے ان نرسوں نے جو کچھ کہا تھا وہ داعش کی ایک نئی تصویر پیش کرتی ہے؛ لیکن افسوس کہ میڈیا میں اسے جگہ نہیں مل سکی، داعش کی زیر حراست رہنے والی نرسوں کا کہنا تھا کہ داعش ایک امن پسند تنظیم ہے، انہوں نے مجھے اپنی بہن جیسی عزت دی وہ لوگ دہشت گرد نہیں ہو سکتے ہیں؛ لیکن عالمی میڈیا کے حوالے سے آنے والی ہر خبر داعش کی قتل وغارت گیری، سفاکیت، ظلم اور تشدد کی کہانی پر ہی مشتمل ہوتی ہے۔

حالیہ دنوں میں عالمی میڈیا کے توسط سے ایک ایسی ہی خبر ہندوستان میں گردش کر رہی ہے، اس خبر کے مطابق داعش عراق وشام کی سرحد سے نکل کر براہ راست ہندوستان پر حملہ کر کے اسے اپنی مملکت میں شامل کرنے کی خواہش مند ہے بلکہ وہ ہندوستان پر حملہ کر کے ایک نئے عالمی جنگ کا آغاز کرنا چاہتی ہے، امریکہ کے اخبار ''یو ایس اے تو ڈے'' نے ایک رپوٹ شائع کی ہے، رپوٹ کے مطابق پاکستان میں طالبان سے وابستہ کسی پاکستانی شخص کے پاس سے ۳۲ رصفحات پر مشتمل اردو زبان میں ایک دستاویز برآمد ہوا ہے، جس میں امریکہ اور ہندوستان کے خلاف داعش کی جنگ کا پورا نقشہ بنا ہوا ہے اور یہ عبارت درج ہے کہ داعش طالبان اور القاعدہ کے تعاون سے ہندوستان پر ایک بڑا حملہ کرنے کا منصوبہ بنا رہی ہے جس کے نتیجے میں امریکہ بھی اس

حملہ میں ہندوستان کا دفاع کرنے کیلئے شریک ہوگا اوراس طرح داعش کے ساتھ امریکہ بھی کھلے عام میدان میں آجائے گا پھرایک بڑی جنگ چھڑ جائے گی اور داعش عراق وشام سمیت پوری دنیا میں اپنی خلافت قائم کرنے میں کامیاب ہوجائے گی، یوایس اے ٹوڈے کا یہ انکشاف ہے جسے دنیا بھر کے اخبارات نے شائع کیا ہے، تاہم مستند سمجھے جانے والے میڈیا ہاؤس نے اس خبر کے حوالے سے خاموشی اختیار کررکھی ہے، بلکہ انہوں نے اس خبر پر کوئی توجہ نہیں دی ہے۔

یوایس اے ٹوڈے نے داعش کے جس منصوبے کا ذکر کیا ہے اور ہندوستانی میڈیا میں داعش کی پلاننگ کی یہ خبر جس طرح چل رہی ہے اس سے یہ صاف ظاہر ہورہا ہے اس خبر کے پس پردہ حکومت ہند کوئی اور منصوبہ تیار کررہی ہے، انڈین مجاہدین اور سیمی کے نام پر بے گناہ مسلمانوں کی گرفتاری کے بعد داعش کا یہ نیا فلسفہ گڑھا گیا ہے تاکہ ایک مرتبہ پھر ہندوستان میں بے گناہ مسلمانوں کی گرفتاری کا سلسلہ شروع کردیا جائے، دہشت گردی کے نام پر اندھادھند مسلمانوں کو پکڑ کے جیل کی سلاخوں میں ڈالا جائے۔

ہندوستان میں دہشت گردی کے الزام میں مسلمانوں کی بے جا گرفتاری کوئی نئی بات نہیں ہے، ہزاروں مسلمانوں کو انڈین مجاہدین کے الزام میں اب تک گرفتار کیا جاچکا ہے، جب بھی جہاں کہیں بھی کوئی دہشت گردانہ واقعہ پیش آتا ہے اس کا ذمہ مسلمانوں کو ٹھہرایا جاتا ہے اور انڈین مجاہدین کا ممبر قرار دے کر اسے گرفتار کرلیا جاتا ہے، اس سلسلے میں سب سے اہم کردار یہاں کی میڈیا ادا کرتی ہے جو حملہ کے فوراً بعد انڈین مجاہدین کو موردالزام ٹھہرادیتی ہے، حالانکہ جن لوگوں کو اس الزام میں گرفتار کیا جاتا ہے عدالتوں میں ثبوت نہ ہونے کی وجہ ان کی رہائی ہوجاتی ہے لیکن پولیس اس کے باوجود اپنے رویہ میں کوئی تبدیلی نہیں لاتی ہے، سچائی یہ ہے کہ ہندوستان میں انڈین مجاہدین نام کوئی تنظیم نہیں ہے، آج تک ہندوستان کی خفیہ ایجنسیاں اس کے بانی، اہم ذمہ دار اور ہیڈ آفس کے بارے میں کوئی پتہ نہیں لگا سکی ہے اور یہ ہوگا کیونکہ جبکہ اس کا کوئی وجود ہی نہیں ہے، انڈین مجاہدین ہندوستان کی خفیہ ایجنسیوں کی خود ساختہ تنظیم ہے، جس کا مقصد مسلمانوں کو اس کا ممبر بنا کر دہشت گرد بنانا اوران کی زندگی کو تباہ برباد کرنا ہوتا ہے۔

داعش کی حوالے سے جس طرح کی خبریں میڈیا کی آج کل زینت بنی ہوئی ہے، اسی طرح کی ایک خبر نومبر ۲۰۱۴ء میں بھی ہندوستانی میڈیا میں چھائی ہوتی تھی، فرق اتنا ہے کہ پہلی خبر کا تعلق القاعدہ سے تھا اور حالیہ کا تعلق داعش سے ہے، نومبر ۲۰۱۴ء میں یہ خبر چل رہی تھی کہ القاعدہ کے سربراہ ایمن الظواہری نے اپنے ایک آڈیو بیان کے ذریعہ ہندوستان پر حملہ کی دھمکی دی ہے، اس آڈیو کے مطابق برصغیر ہند میں مسلمانوں پر ہونے والے مظالم کا سلسلہ بہت دراز ہوچکا ہے ایسے میں ہندوستان پر حملہ کرکے ہندوستانی مسلمانوں کو کافروں کے چنگل سے آزاد کرانے کے لئے جہاد فرض ہوچکا ہے اور القاعدہ کی نئی شاخ برصغیر میں اس فریضہ کو جلد ہی انجام دے گی؛ لیکن تمام تر کوششوں کی باوجود اس خبر کی حقیقت کا کوئی اندازہ نہیں لگ سکا، میڈیا نے ایک طوفان ضرور کھڑا کیا، بہت سے لوگوں کو القاعدہ کی نئی شاخ کا سربراہ بھی نامزد کردیا گیا؛ لیکن وقت نے سب کو جھوٹا ثابت کردیا اور یہ کوشش کامیاب نہیں ہوسکی، داعش کے تعلق سے یوایس اے ٹوڈے نے جو انکشاف کیا ہے، اس پر بھی حقیقت سے زیادہ افسانہ ہونے کا شبہ ہورہا ہے، کئی وجوہات سے وہ مشکوک اور قابل اعتراض بھی ہے۔

اس دستاویز کے مطابق داعش، طالبان اور القاعدہ کی مدد سے ہندوستان پر حملہ کرے گی جبکہ داعش کے نظریہ سے طالبان اور القاعدہ متفق نہیں ہے اور نا ہی ان سب کے درمیان کسی طرح کا تعلق ہے، ایسے میں یہ کہنا کہ داعش کا یہ دستاویز ایک طالبانی کے پاس سے دستیاب ہوا ہے بے معنی لگتا ہے، اس رپورٹ کو حقیقت پر مبنی اس لئے بھی نہیں کہا جاسکتا ہے کہ داعش کی پہنچ پاکستان تک نہیں ہوسکی ہے، ایسے میں اس رپورٹ کا پاکستان میں پایا جانا اورمزید برآں یہ کہ اس کا اردو میں ہونا کئی سوال پیدا کرتا ہے، رپورٹ کے بقول داعش کا منصوبہ

ہندوستان پر حملہ کرنے کا ہے، تو پھر سوال یہ اٹھتا ہے کہ اتنی بڑی رازداری کی بات داعش نے پاکستان کے کسی عام شہری کے حوالے کیسے کردی، وہ بھی کوئی زبانی اطلاع نہیں دی بلکہ پورا منصوبہ ہی سامنے رکھ دیا، افغان طالبان ان دنوں خود مشکلوں کے سائے میں ہے، ملاعمر کے انتقال کی خبر آنے کے بعد طالبان میں اختلاف کی خبریں آرہی ہے، نیز خود افغان کے حالات ایسے ہیں جو طالبان کو افغانستان سے باہر قدم نکالنے کی اجازت نہیں دے سکتے ہیں، ایسے میں داعش کے ساتھ شامل ہوکر ہندوستان پر حملہ کرنے کی پلاننگ بے معنی ہے۔

اس رپورٹ کے خدوخال اور نشیب وفراز پر غور کرنے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب ایک بڑی سازش کے تحت کیا جارہا ہے، اس خبر کو فروغ دینے کا واحد مقصد داعش کے بہانے دہشت گردی کے الزام میں مسلم نوجوانوں کی بے جا گرفتاری کا کھیل کھیلنے کا منصوبہ ہے، اس طرح کی کوشش پہلے القاعدہ کا نام استعمال کرکے کی گئی تھی لیکن اس میں کامیابی نہیں مل سکی اور ہندوستانی مسلمانوں نے القاعدہ سے منسوب پیغام پر کوئی توجہ نہیں دی، تو اب داعش کا یہ نیا شوشہ چھوڑا گیا ہے تاکہ مسلمانوں کی گرفتاری کا ایک معقول جواز مل سکے اور انڈین مجاہدین اور سیمی کی طرز پر اب داعش کے نام پر مسلمانوں کی گرفتاری کا سلسلہ شروع کردیا جائے۔

داعش کو دنیا ایک دہشت گرد تنظیم مانتی ہے، داعش کے حوالے سے جو خبریں آتی ہے، اس کی بنا پر ایک مسلمان کا سر شرم سے جھک جاتا ہے کہ کیا اسلامی خلافت کے قیام کے دعویدار بھی ایسی اوچھی اور ناپاک حرکتیں کرسکتے ہیں لیکن اس سچائی سے بھی انکار نہیں ہے کہ داعش کے سہارے امریکہ مسلمانوں کی شبیہ بگاڑنے اور عالم اسلام کی طاقت کو کمزور کرنے کی پالیسی پر عمل پیرا ہے، یو ایس اے ٹوڈے کی یہ رپورٹ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے جس کا مقصد ہندوستانی مسلمانوں کے نزدیک شکنجہ کسنا اور داعش کے نام پر گرفتار کرکے انہیں جیل کی سلاخوں میں ڈالنا ہے۔

خبریں:

مرکز احیاء الفکرالاسلامی کے شب و روز

چیف ایڈیٹر کی سنگ بنیاد کے پروگرام میں حاضری

۱۶/اگست ۲۰۱۵ء بروز اتوار کو ماہنامہ ''نقوش اسلام'' کے چیف ایڈیٹر مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی صاحب مدرسہ سراج العلوم فتح پور کے جنرل سکریٹری مولانا حکیم محمد عثمان صاحب مدنی کی دعوت پر فتح پور تشریف لے گئے، اور سنگ بنیاد کی تقریب میں شرکت کی، اور مجمع عام سے مختصر خطاب کیا، جس میں قرآن، علم دین، علماء دین اور اہل مدارس کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔

جامعہ عائشہ للبنات میں بخاری شریف کا افتتاح

۱۶/اگست ۲۰۱۵ء بروز اتوار کو جامعہ فاطمۃ الزہراء للبنات کے شیخ الحدیث مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی نے جامعہ عائشہ للبنات چھٹمل پور میں بخاری شریف کی پہلی حدیث پڑھا کر بخاری شریف کا افتتاح کرایا اور پہلی حدیث پر تفصیلی گفتگو کی، اس کے بعد حضرت مولانا سید مکرم حسین صاحب سنسارپوری کی دعا پر پروگرام کا اختتام ہوا۔

مرکز میں تعلیمی سلسلہ کاآغاز

مرکز کے تحت چلنے والے دونوں اداروں ''جامعۃ الامام ابی الحسن الاسلامیہ'' اور ''جامعہ فاطمۃ الزہراء للبنات'' میں داخلوں کی کارروائی کے بعد تعلیمی سلسلہ شروع ہوگیا ہے، واضح رہے کہ سابقہ سالوں کی طرح امسال بھی ڈپلومہ ان انگلش لینویج اینڈ لٹریچر کے شعبہ میں فضلائے مدارس کے داخلے ہوئے ہیں اور ۲۵/شوال سے باضابطہ تعلیم شروع ہوگئی ہے، نیز تمام شعبہ جات بھی اپنی اپنی سرگرمیوں میں منہمک ہوگئے۔

مرکز میں ممبئی کے ایک وفد کی آمد

۲۱/اگست ۲۰۱۵ء بروز جمعہ مرکز میں مولانا رشید احمد ندوی (خلف الصدق صوفی عبدالرحمٰن صاحب خلیفہ حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ) ڈاکٹر محمد خالد صاحب اور مولانا محمد ارشد صاحب مظاہری پر مشتمل ایک وفد ممبئی سے تشریف لایا، مرکز کے دونوں اداروں کا معائنہ کیا اور یہاں کے نظم وانتظام کو سراہا، نیز یہاں کی تعلیمی وتعمیری نظام سے خوش ہوکر اطمینان کا اظہار کیا، ایک شب قیام کرکے وہ حضرات واپس ہوئے۔ (حافظ عبدالستار عزیزی)

جائزہ

موجودہ مدارس اسلامیہ کی داخلی اصلاح

اور طلباء کی اخلاقی تربیت

مولانا سید محمد ریاض ندوی استاد دارالعلوم صدیقیہ نلہیڑہ، روڑکی

اگر مدارس اسلامیہ کے متعلق یہ کہا جائے کہ وہ حفاظت دین کے مضبوط قلعے ہیں اوراشاعت اسلام کے موثر وسیلے ہیں، تواس میں کسی قسم کا کوئی مبالغہ نہیں ہوگا، مدارس کے اس کردار کا اعتراف اپنے تو اپنے غیر بھی کرنے لگے ہیں، آج ملک میں تنگ نظر اور متعصب ذہنیت کے لوگوں کی طرف سے مدارس کے خلاف جو صدائے احتجاج مسلسل سنائی دیتی ہے، در اصل وہ مسلم معاشرے میں مدارس کے بڑھتے ہوئے اثرات سے خوف زدہ ہونے کا ردعمل ہے، اس میں شک نہیں کہ مدارس نے ہر جگہ اپنی گرفت مضبوط بنا رکھی ہے حدتو یہ ہے کہ حکومت ہند کی وزارت صحت کے افسران بھی پولیو کی دوا پلانے کیلئے علماء اسلام اور ذمہ داران مدارس کی اپیلوں کا سہارا لینے پر مجبور ہیں، کیونکہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ علماء کی پیش قدمی کے بغیر مسلم عوام اس مہم کی معتبریت اورافادیت تسلیم نہیں کریں گے،ایک طرف مدارس کی اہمیت اور ہمہ گیریت کا یہ حال ہے، دوسری طرف مسلم عوام سے علماء کی دوری دن بدن بڑھتی جارہی ہے، یہ بات اظہر من الشّمس ہے کہ مسلمانوں کا معاشرہ بے شمار خرابیوں میں مبتلا ہے، غیر شرعی رسوم واعمال اور بے شمار فواحش ومنکرات مسلم معاشرے کے رگ و پہ میں ہیں، جو اس کی بنیاد کو کھوکھلا کر رہے ہیں، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی پامالی ہر طبقہ کے درمیان ہے اور شعار سا بن کر رہ گئی ہے، غیر اسلامی عقائد اور ملحدانہ افکار ونظریات میں بھی ایک بڑی تعداد مبتلا ہے، ان تمام چیزوں کی اصلاح کے لئے مدارس اسلامیہ کونہایت ذمہ داری ومستعدی کے ساتھ اپنا کردار ادا کرنا چاہئے، کوشش کریں کہ محلوں میں اصلاحی کمیٹیاں تشکیل پاجائیں، حسب موقع اصلاحی وتذکیری بیانات کا اہتمام کیا جائے کاش ہمارے مدارس اپنے علاقہ کے مسلمانوں کو بے گانہ سمجھ کر نظر انداز نہ کریں، بلکہ ان کو اپنا مددگار اور اپنا معاون تصور کریں، یہ صحیح ہے کہ ہم دور دراز سے آنیوالے علاقوں کے نونہالان کو زیور تعلیم سے خوب آراستہ کرر ہے ہیں، مگر ہم نے اپنے علاقہ کے بچوں اور بڑوں کے لئے کیا کام کیا اور کیا کر رہے ہیں، خیر القرون کے اختتام کے بعد سے اب تک جب بھی امت مسلمہ پر کوئی نازک دور آیا، یا اس کے دینی وملی وجود کو کوئی خطرہ لاحق ہوا، یا دین وایمان کی شاہراہ یا سنت نبوی اور سلف صالحین کی روشنی سے ہٹانے کی کوئی انفرادی یا اجتماعی کوشش کی گئی تو قدیم درسگاہوں میں پڑھے ہوئے جدید فتنوں سے آشنا بوریہ نشین علماء اور صلحاء ہی نے سب سے پہلے اس کا مقابلہ کیا، اور ہر محاذ پر اس سے لڑتے رہے، یا تو اس کو شکست فاش دی یا پھر جان جان آفریں کے سپرد کردی، خود ہندوستانی مسلمانوں کی تاریخ میں جتنے بھی علمی ومذہبی فتنہ اٹھے، اور دین وایمان کی سلگتی ہوئی چنگاریوں کو بجھانے کی کوشش کی گئی، ان سب کو ناکام بنانے میں یہی ارباب صفا پیش پیش رہے، غرض ان دینی درسگاہوں نے ہمیشہ دین وایمان کے تحفظ کے لئے قلعہ کا کام کیا، اور ان قلعوں سے دین وملت کی پاسبانی کرتے رہے لیکن کف افسوس کہ اب ان شاہین بچوں کو اپنے مقام بلند کا احساس تک نہیں یہ پہاڑوں کی چٹانوں میں بسیرا کرنے کے بجائے قصر سلطانی کے گنبد پر اپنا نشیمن بنانے کی فکر میں لگ گئے ہیں:

نہیں تیرا نشیمن قصر سلطانی کے گنبد پر
تو شاہیں ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں میں

یہی وجہ ہے کہ مدارس کی وہ دینی اخلاقی اور روحانی خصوصیات

ایک ایک کر کے رخصت ہوتی جارہی ہیں، جن کے لئے ان کا قیام عمل میں آیا تھا، اور جو ان کا طرۂ امتیاز تھا، شاید اسی صورتحال کے پیش نظر علامہ اقبال چیخے اور چلائے تھے: ؎

اٹھا میں مدرسہ وخانقاہ سے غمناک
نہ زندگی، نہ محبت، نہ معرفت، نہ نگاہ

ان خصوصیات کے مٹنے سے نہ صرف یہ کہ دین کی روح کو صدمہ پہنچا، بلکہ اس کی وجہ سے اہل دین کا وقار کم ہوگیا، اسلاف کسی مسجد، کسی چھپر میں یا درخت کے سائے میں بیٹھ کر پڑھا دیا کرتے، اور طلباء موٹا جھوٹا کھا کر آسمان کے نیچے ان سے پڑھتے مگر ان میں ہر ایک میدان علم وتقوی کا شہ سوار اور آسمان علم کا مہر و ماہ ہوتا تھا گو پہلے کے مقابلہ میں اساتذہ وطلباء کی تعداد کئی گنا بڑھ گئی ہے، اور مدرسہ کی عمارتیں پہلے سے زیادہ شاندار ہیں، مالی نظام بھی الحمدللہ اچھا ہے، بلکہ مستحکم بھی ہے، طعام وقیام کی سہولتیں بہترین ہیں، لیکن اگر آج کوئی مدرسہ اپنے کسی پرانے مدرس سے محروم ہو جاتا ہے، اس کی جگہ نہ علمی حیثیت سے پر ہوتی ہے نہ اخلاقی وعملی۔

مگر ہمیں اس صورتحال سے مایوس نہ ہونا چاہئے بلکہ جس طرح ممکن ہو، اپنی صلاحیت وقوت کے لحاظ سے اس صورتحال کو بدلنے اور ان مدارس میں ایک نئی روح پھونکنے، ایک نئی زندگی اور وسعت نظری پیدا کرنیکی ضرورت ہے، اور نئی ضرورتوں و نئے چیلنجز کے حساب سے ان کا دائرہ بڑھانے کی فکر کرنا چاہئے، انسانیت کی ضرورت کو سامنے رکھ کر مدارس میں انگلش وسائنس کا مضبوط تعلیمی نظام ہونا چاہئے، کمپیوٹر وجدید کورسیز کی تعلیم سے آشنائی بے حد ضروری ہے، ایک عصری تعلیم یافتہ کی مجلس میں بیٹھنے اور ان سے علمی افادہ واستفادہ کے طور پر طلباء کو تیار کرنا ہمارا فریضہ ہے، نت نئے تقاضوں اور فتنوں کا ادراک کرانا ہمارا فرض منصبی ہے، اس لئے کہ اب بھی اخلاص وللّٰہیت کی کوئی رمق، زہد و قناعت کی کوئی جھلک، خدا ترسی اور آخرت طلبی کا کوئی زندہ احساس، اعلائے دین اور اعلائے کلمۃ اللہ کا کوئی جذبہ، ایثار وقربانی کی کوئی مثال اور متانت وتہذیب کی اگر کوئی حس باقی ہے، یا اس کی توقع ہے تو انہیں بوریہ نشینوں سے ہے، مدارس دینیہ کے اس خاکستر میں دین و ایمان کی چنگاری سلگ رہی ہے، اگر ان کو ذرا ہوا دی جائے، تو یہ شعلہ بن کر بھڑک اٹھے گی: ؎

نہیں ہے نا امید اقبال اپنی کشت ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی

پوری دنیا کی بات جانے دیجئے، ہم صرف اپنے ملک کی بات کرتے ہیں، آزادی سے پہلے ان مدارس نے استخلاص وطن کیلئے جدوجہد کی تھی، اب انہیں اپنے وجود کی اور اپنے بقا کی لڑائی لڑنی ہے، پہلے وہ غیر ملکی حملہ آوروں سے لڑے تھے، اب اپنے متعصب اور تنگ نظر ہم وطنوں کے چیلنج کا مقابلہ کریں گے، مگر سوال یہ ہے کہ مدارس اپنے وجود کی جنگ کیسے لڑیں گے، درپیش چیلنجز کا جواب کس طرح دیں گے، اب اہل مدارس کا امتحان ہے، کس طرح اپنی صلاحیت کا لوہا منواتے ہیں، ان کے پاس کیا تعمیری مواد ہے، جس کو بروئے کار لا کر وہ تہذیب کی پائیدار عمارت کی بنیاد رکھ سکیں، ان کے پاس کیا اخلاق ہیں، جن سے دشمن کا دل بھی نرم ہو جائے، ان کے پاس کیسے اصول و ضوابط ہیں، جن کو برت کر کامیابی کی منزل قریب آئے، ان کے پاس کیا علم ہے جو دنیا کی ترقی کی ضمانت لے سکے، ان کے پاس کیسی تعلیمات ہیں، جن پر عمل کر کے دنیا راحت وعافیت محسوس کرے، ایسے موقع پر ضرورت ہے کہ ایسا گروہ تیار کیا جائے، جو علم ومعرفت، شعور و آگہی، ذکاوت حس، بالغ نظری، جذبہ صادق، عزم وحوصلہ، صبر و استقلال، بے لوث کردار، بے غبار اخلاص، بلندئ اخلاق، احساس ذمہ داری، اور خود اعتمادی میں سب سے زیادہ ممتاز ہو، جس کو اپنی ذمہ داریوں کا پورا احساس اور اپنے اصولوں کا پورا ادراک ہو، جو حکمت و بصیرت کے ساتھ اپنی بات دوسروں تک پہنچانے کی بھر پور صلاحیت رکھتا ہو، قیادت کے لئے صرف صلاح اور اخلاص کافی نہیں، بلکہ شعور کی بیداری اور حکمت وبصیرت شرط اولین ہے، یہی گروہ اقوام وملل کی

قیادت اور دنیا کی امامت کا حق رکھتا ہے: ؎

سبق پھر پڑھ صداقت کا عدالت کا شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

لیکن اب مدارس میں اصلاح وتربیت کا پہلو دن بدن کمزور ہوتا جارہا ہے، اگر اس پہلو پر توجہ دی جائے، تو اس طرح کے واقعات پیش نہ آئیں، اس میں بیج ڈال کر صحیح طریقہ سے آبیاری کی جائے، تو حسب منشاء نتائج حاصل کئے جاسکتے ہیں، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرمایا کرتے تھے کہ حقیقی مدرسہ وہ ہے، جس میں علم کے ساتھ عمل کی بھی تعلیم اور نگہداشت ہو "کُلُّکُمْ رَاعٍ وَکُلُّکُمْ مَسْؤُلٌ عَنْ رَعِیَتِہٖ" کے قاعدے پر آپ سے اس کے متعلق سوال ہوگا، کیونکہ آپ طلباء کے نگہبان ہیں، وہ آپ کے رعایا ہیں یہ جائز نہیں کہ آپ سبق پڑھا کر الگ ہو جائے، بلکہ یہ بھی دیکھیے کہ ان میں سے کونسا عمل کرتا ہے اور کون عمل نہیں کرتا۔ (العلم والعلماء صفحہ ۱۰۷)

حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد باندویؒ نے لکھا ہے کہ "مدارس میں عام طور پر تربیت کا لحاظ نہیں رکھا جاتا، اساتذۂ کرام مسائل پر تو دو دو روز تقریریں فرماتے ہیں لیکن عیب ونقائص کی جانب نشاندہی اور ان کا خسارہ کی طرف توجہ دین ودنیا کا خسارہ اور جو محاسن وکمالات اہل علم کے اندر ہوتے ہیں، ان کے حاصل کی ترغیب میں بعض اساتذہ کی زبان تک نہیں کھل پاتی، اور نہ ہلائی جاتی"۔ (آداب المعلمین صفحہ ۳۹)

دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں کہ "اگر جسم کا کوئی عضو بیماری سے متاثر ہوجائے، تو اسے کاٹ کر پھینکا جاتا ہے، یا اس کا علاج کیا جاتا ہے، طلباء بھی مدرسہ کے جسم کا ایک حصہ ہیں، ان میں کوئی خرابی آجائے، تو اخراج جیسا سخت اور آخری قدم اٹھانے کے بجائے ان کی اصلاح کی کوشش کرنی چاہیئے، اخراج آخری علاج ہے اور یہ اسی وقت ہوتا ہے، جب ہر تدبیر ناکام ہو جائے، اب ہمیں اس کی شدید ضرورت ہے کہ طلباء کی تربیت کے سلسلہ میں کوئی لائحہ عمل متعین کریں، مرتب کریں، اور اسے باضابطہ بنانے کی کوشش کریں مدرسہ کے ماحول کو ایسا پاکیزہ بنانے کی کوشش کریں کہ اعمال صالحہ کی رغبت اور مکروہات ومنکرات سے نفرت پیدا ہو، طلباء کے فکر وعمل اور سیرت وکردار کی ایسی تربیت کی جائے، ان میں زیادہ سے زیادہ للّٰہیت اور آخرت طلبی کا جذبہ ہو، اعلیٰ علمی لیاقت کے ساتھ ان میں تزکیہ نفس کی فکر اور ذکر ودعا کا شوق وذوق پیدا ہو اور وہ ادائے نوافل اور قیام لیل کے زیادہ سے زیادہ عادی بنیں، فکر ونظر کی بلندی کے ساتھ ان میں متانت، تواضع، سادگی اور قناعت پسندی آئے، ان میں اتباع سنت، دعوت دین اور احیاء سنت نبوی کا زندہ اور متحرک احساس پیدا ہو، ان میں محنت ومشقت اور خدمت خلق کا جذبہ زیادہ سے زیادہ ہو، ظاہری وضع قطع کی درستگی اسلامی پہناوہ پائیجامہ ٹخنوں سے اوپر ہو، پورے طور پر اسلامی سانچے میں ڈھالنے کی جد وجہد کی جائے، یہ عنوان اہل مدارس کے یہاں سب سے زیادہ اہمیت کا حامل ہونا چاہیئے، چونکہ اسی وجہ سے مدارس عربیہ کے کردار کو نشانہ بنایا جارہا ہے، اس دور پرفتن میں کامیابی کے ساتھ اپنا کردار ادا کرنا بہت ضروری ہے، مدارس کا قیام تعلیم وتربیت کے لئے کیا جاتا ہے، اگر کوئی مدرسہ ان مقاصد سے ہٹا ہوا ہے، صرف ایک مقصد کو حاصل کررہا ہے، تو کہا جائے گا، یہ مدرسہ ناکام ہے اور اس پر قوم کا قیمتی سرمایہ بلاوجہ ضائع کیا جارہا ہے، نظام تعلیم وتربیت کو فعال بنایا جائے اس لیے کہ طلباء ہمارے پاس امانت ہیں، اور ان کو علم وعمل سے آراستہ وپیراستہ کرنا ہمارا فرض منصبی ہے، اس پہلو سے ہماری کارکردگی جتنی بہتر ہوگی دوسروں کو انگلی اٹھانے کا موقع کم ملے گا، اور حقیقی طور پر ہم اللہ کی بارگاہ میں سرخ رو ہونگے تربیت کے سلسلہ میں بنیادی چیز دار الاقامہ کے نظام کو فعال ومستحکم بنانا ہے، نمازوں کا اہتمام اور اس سلسلہ میں طلباء کی نگرانی طلباء کے مشاغل اور کھیل کود پر نظر رکھے، غیر اخلاقی یا غیر شرعی مشاغل سے ان کو بچانا اور مدرسہ کے قواعد کا پابند بنانا ضروری ہے، طلباء کی وضع قطع پر خاص نظر رکھنی چاہیئے، مجموعی طور پر طلباء کو دینی رنگ میں ڈھالنے کی پوری کوشش کی جائے، ساتھ میں طلباء کیلئے مناسب حد تک سہولت کا انتظام کیا جائے، اس تحریر کی روشنی میں اگر دیکھا جائے اور مدارس کا جائزہ لیا جائے تو

صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے مدارس میں نصابی کتابیں پڑھانے پر زیادہ زور ہے اور شعبہء تربیت کی جانب دھیان کم ہے، اور اس طرح اپنے قیام کا مقصد پورا کیا جارہا ہے اس پر غور کر کے اس کا تدارک پیش کرنا چاہئے، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے تحریر کیا تھا کہ مدارس میں طلباء کے اندر کچھ چیزیں ایسی پیدا ہوگئی ہیں جن کی اصلاح اشد ضروری ہے، اور اصلاح نہ ہونے کے سبب اہل علم کی پوری جماعت معترضین کا نشانہ بن رہی ہے، اور خود مدارس سے عمل بالدین اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مرمٹنے کا جذبہ ختم ہوتا جارہا ہے، نیز ان امور کو دیکھ کر لوگوں پر یہ اثر ہوتا ہے، کہ لوگ علوم دینیہ سے متوحش اور متنفر ہو جاتے ہیں اور اس کا سبب اہل علم کی جماعت ہوتی ہے، تو گویا درجہ "تسبب یصدون عن سبیل اللّٰہ" کے مصداق میں داخل ہوجاتے ہیں، مدارس کی اصلاح بہت ضروری ہے اگر ان کی اصلاح ہوگئی تو عالم کی اصلاح ہو جائیگی، تعلیم و تربیت باقاعدہ دو الگ شعبے ہیں، لیکن ہمارے مدارس میں عام طور پر ایک شعبہ پر توجہ زیادہ رہتی ہے، جبکہ دوسرا شعبہ اتنا اہم ہے کہ اگر ایک طالب علم علمی اعتبار سے کم ہے، اور وہ اپنی علمی و دینی سطح پر کوئی گرانقدر عظیم تحفہ امت کے لئے تیار نہیں کرسکتا اور شریعت وتصوف کے گل بوٹے سجا کر امت کے سامنے پیش نہیں کرسکتا، لیکن اس کی تربیت اچھے اور بہترین انداز پر ہوئی ہے، شب و روز اس کے اجتماعی وانفرادی حالات پر نظر رکھی گئی ہے، جتنا اس نے پڑھا اسی کے مطابق اس کی تربیت اس کو عمل کرایا گیا ہے تو وہ بدرجہا اس طالب علم سے اچھا سمجھا جاتا ہے اور بعض میدانوں میں اس سے سبقت لیجاتا ہے، اساتذہ اس کے چال چلن، عادات واخلاق، طور وطریق، اس کا انداز تکلم نشست و برخاست دیکھ کر مطمئن ہی نہیں بلکہ خوش رہتے ہیں، اور اس کی عدم موجودگی میں اس کا ذکر خیر کرتے ہیں اس کی اچھی اور بھلی عادتوں کی تعریف کرتے ہیں، زبانوں پر اسی کے ترانے ہوتے ہیں، یہاں تک کہ فراغت کے بعد مدرسہ سے کوچ کر جاتا ہے، لیکن اساتذہ کے اذہان کی اسکرین پر اسی کا نام جلی حروف میں نظر آتا ہے، اور پھر دوسرے طلباء کے سامنے اس کی مثالیں دی جاتی ہیں، اس طرح طلباء کو تیار کرنا شب و روز ایک کردینے کے بعد ہوتا ہے، ہمیشہ پیچھے لگے رہنے سے ہوتا ہے، جس کا اندازہ طالب علم کو نہ ہو پائے، ورنہ ذہن و دماغ میں ایک طرح کی کوفت محسوس ہونے لگتی ہے، اور طالب علم یہ خیال کرتا ہے کہ ہر وقت میرے پیچھے لگے رہتے ہیں، اساتذہ اپنے کمروں میں ہوں یا اپنے علمی کاموں میں مشغول ہوں، وہیں سے نظر رہنی چاہئے، سخت نگہداشت رکھنی چاہئے، تعلیم کے ذریعہ انسان کو علم ملتا ہے اور تربیت کے ذریعہ عمل آسان ہوجاتا ہے، بلکہ عمل پیرایہ کرایا جاتا ہے، اس کے طور وطریق بتلائے جاتے ہیں، اور علم سے مقصود، اس کا منشا وماوی عمل ہوتا ہے، اسی لئے تربیت تعلیم سے اہم ہے، طلباء کے اندر نظافت و پاکیزگی ضروری اور لازمی چیز ہے، جب بدن کو پاک وصاف رکھا جاتا ہے، تو باطن پر اس کا لازمی اثر پڑتا ہے، صفائی سے طبیعت میں نشاط و جولانی پیدا ہوتی ہے، اور نشاط صحت میں مددگار ہوتی ہے، حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں ہم سے پیچھے رہ گئے اور ایسے وقت میں آکر ملے، کہ نماز کا وقت آگیا تھا اور ہم وضو کررہے تھے، جلدی میں کسی وجہ سے پاؤں دھونے میں کچھ سوکھا رہ گیا تھا، تو آپ نے دو تین مرتبہ زور سے فرمایا کہ خبردار عذاب ہے ان ایڑیوں کے لئے جو سوکھی رہ جائیں، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف تعلیم پر ہی اکتفا نہ کریں بلکہ اعمال کی بھی نگرانی کریں، جس کی طرف توجہ نہیں کی جاتی، ضرورت ہے ایسے رجال تیار کئے جائیں جنہوں نے امت کی ڈوبتی اور ڈانواڈول کشتی کو ساحل تک پہنچانے میں نمایاں رول ادا کیا ہے، ان مدارس میں امت کے نونہالوں کو زمانہ کے نت نئے تقاضوں سے ہم آہنگ اور ان سے مقابلہ کی تدابیر سمجھانا اس وقت کی ضرورت ہے، ان کی نوک و پلک کو سنوارنا ہمارا فرض منصبی ہے، اور ایسی تربیت کی جائے کہ وہ معاشرہ کے اندر رہتے ہوئے اپنا ایک مقام اور اعلی منصب پر پہنچیں، اللہ تعالی تمام مدارس کو حالات کے مطابق کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

غور وفکر

بارشِ خونِ شہیداں

مولانا فتح محمد ندوی، نئی دہلی

ذکر ہے عطیہ خداوندی کی عظیم نعمت صبر اور امن کا، بلاشبہ صبر اور امن کی تلقینیں قرآن وحدیث میں جگہ جگہ موجود ہیں، اللہ تعالی نے بار بار اپنے نبیوں اور رسولوں کو صبر اور امن کی تلقین کی، پھر نبیوں اور رسولوں نے بھی صبر اور امن کو اپنی زندگی کا اہم ترین مشن بنا کر رکھا اور کسی نازک موقع پر بھی صبر اور امن کے دامن کو ہاتھ سے نہیں چھوڑا، کیسی کیسی آزمائشیں آئی اور کیا کیا نہ ہوا اللہ کے ان محبوب بندوں کیساتھ لیکن کیا مجال کہ اللہ کے پیغمبر کی جبیں پر شکن بھی آئی ہو، اپنی قوموں کی طرف سے تمام تکلیفیں، تمام مظالم، اپنے مبارک جسموں پر برداشت کئے لیکن ان سخت پریشانیوں کے بعد بھی صبر وثبات میں کوئی کمی نہیں آئی، فرعون نے بنی اسرائیل کے اوپر ظلم کی تمام حدوں کو پھلانگ دیا لیکن اس کے بعد بھی حضرت موسی علیہ السلام کو اللہ تعالی کی طرف سے یہ حکم ہوتا ہے کہ فرعون سے نرمی کیساتھ بات کرنا، حضرت عیسیٰؑ کی قوم کے حوالے سے جب تثلیث کے بارے میں پوچھا جائیگا تو عیسیٰؑ جواب دیں گے: ''اگر تو انہیں عذاب دینا چاہتا ہے تو یہ تیرے ہی بندے ہیں تجھے اختیار ہے اگر تو نہیں بخشنا چاہتا ہے تو تو غالب اور حکمت والا ہے''۔ (سورۂ مائدہ:۱۱۸)

غرض یہی طریقہ رہا ہے تمام پیغمبروں کا، حضرت ایوب، حضرت ابراہیم، حضرت داود، حضرت یوسف علیہما السلام اسی طرح دوسرے جلیل القدر انبیاء کی مثالیں موجود ہیں اور آخر میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی صبر وتحمل، عفو ودرگزر کا عملی نمونہ ہے، آپ اور آپ کے صحابہ کے ساتھ کفار ومشرکین نے وہ سب کچھ ظلم کیا جس کی مثال پوری انسانی تاریخ میں نہیں ملے گی، انسان آخر انسان ہے، اس کے پاؤں ظلم وستم کے سامنے بشری تقاضے سے ڈگمگا سکتے ہیں، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے ایک مثال بھی پوری زندگی میں بے صبری اور عدم تحمل کی نہیں ملے گی، طائف کے میدان میں آپ کا جسم مبارک خون سے لبریز ہے، آپ کی قوم پتھر برسا رہی ہے، رحم کے لیے کوئی فرد تیار نہیں، فرشتے آپ کے پاس آتے ہیں اور عذاب کی اجازت چاہتے ہیں، آپ صبر وتحمل اور برداشت کا مظاہرے کرتے ہیں، بدعا کا لفظ آپ کی زبان پر نہیں آتا، ایسے واقعات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی میں بہت سی مرتبہ آئے جہاں صبر اور ضبط ہاتھ سے چلا جاتا؛ لیکن آپکی تمام زندگی اس بات پر گواہ ہے کہ آپ ہمیشہ صابر رہے، کہیں آپ نے کبھی بے صبری نہیں کی، دشمن سے انتقام لینا کبھی آپ کے تصور خیال میں نہیں آیا، نہ اس وقت جب آپ مکی زندگی میں تنہا تھے اور نہ اس وقت جب آپ کے پاس حضرات صحابہ کی بڑی جماعت تھی، اس سے بڑھ کر اللہ کی مدد ہر وقت آپ کے ساتھ تھی، کیا نہیں ہوسکتا تھا انتقام کیلئے، لیکن کفار کی اذیتوں پر آپ کو اللہ کی طرف سے حکم ہوتا ہے ''اے پیغمبر جیسی جیسی باتیں یہ کافر کہتے ہیں ان پر صبر کرو''۔ (سورۂ طہ:۱۳۰)

دوسری جگہ فرمایا: ''اے پیغمبر! مخالفین کی ایذا پر صبر سے کام لو جو بغیر توفیق الہی کے نہیں ہوسکتا ہے ان لوگوں کی حالت پر غم نہ کرو اور جو چالیں لوگ تمہاری مخالفت میں سوچتے ہیں، ان سے تنگ دل نہ ہو؛ کیونکہ جو لوگ پرہیزگار ہیں اور دوسروں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے ہیں خدا ان کا ساتھی ہے''۔ (سورۂ نحل:۱۲۸)

کچھ طاقتوں نے ہمیشہ اپنے ظلم وجبر سے مظلوم انسانوں کو مشق ستم بنایا حتی کہ ان کے ناپاک ہاتھوں سے اللہ کے معصوم بندے انبیاء بھی محفوظ نہیں رہے، ہمہ شما تو کہاں، لیکن اسکے ساتھ یہ بھی سچ ہے کہ جہاں

ان مظلوموں کی فلک دوز آہیں ان سے انتقام لیتی رہیں، ان کا صبر اور ان کا خون اسلام کی وسعت کا اضافہ بنتا رہا، اقبال نے کہا تھا:

بارش خون شہیداں سے وہ آئے گی بہار
ساری دھرتی ہمیں گل رنگ دکھائی دے گی

تاریخ میں ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں، تاتاری قوم جن کی انسانیت سوزی سے پوری دنیا واقف ہے؛ لیکن اللہ نے اسی قوم سے دین کی حفاظت کا بڑا کام لیا، روس نے افغانستان کے اندر افغان کے معصوم انسانوں پر مسلسل آٹھ سال تک آگ برسائی، ان کا خون اللہ نے ضائع نہیں ہونے دیا، اس کی برکت سے روس کے ٹکڑے ہوئے اور چھ بڑی مسلم ریاستیں روس کے قبضے سے آزاد ہوئی، ماہرین کے مطابق اگر روس افغانستان کے اندر جنگی جنون کے ساتھ داخل نہ ہوتا تو وہ مسلم ریاستیں روس سے آزادی حاصل نہیں کرپاتیں، آج یہی صورت حال برما کے روہنگیا مسلمانوں کی ہے، دنیا کے تمام ظالم لوگ بھوکے جانوروں کی طرح ان کے خون کو چوس رہے ہیں، شاید انسانی تاریخ میں ایسے واقعات بہت کم انسانوں کو پیش آئے ہونگے، جب انسانوں نے انسانوں کے ساتھ ایسا معاملہ کیا ہو جو برما میں دیکھنے کو مل رہا ہے، ایک ہی خون، ایک ہی روح اور ایک ہی باپ کی اولاد یہ انسان پھر ایسا کیوں ہوگیا ہے بس یہ اسی آخری صورت میں ممکن ہے جب انسان انسان نہ رہے وہ حیوان بن جائے اور انسانی مخلوق سے اس کا رشتہ ختم ہوجائے۔

اس وقت برما سمیت دنیا میں مسلمانوں کے جو حالات ہیں، ان کے حوالے سے مسلم دنیا کی بے حسی پر جو بہت سے خدشات اور سوالات سامنے آئے، وہ عالم اسلام کی قیادت اور مسلمانوں کے مستقبل کیلئے مایوس کن ہیں، وجہ اس کی یہ ہے کہ جو مسلم قیادتیں اس وقت موثر کردار ادا کرسکتی ہیں، وہ اس قدر مصلحت شناس ہیں کہ دنیا میں ان کو صرف وہی کام کرنے ہیں جو ان کے اقتدار کے تحفظ کو یقینی بنا سکے، اس میں بات صرف کسی ایک ملک کی نہیں یا صرف اس کی ذمہ داری سعودی حکومت پر ہی نہیں بلکہ تمام مسلم حکومتیں اس کی برابر کی ذمہ دار ہیں۔

ہوسکتا ہے اس مجرمانہ خاموشی کے پیچھے کچھ مسلم حکومتوں کی یہ سوچ ہو کہ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے ہونے دو ہمیں کوئی مطلب نہیں، تو پھر کچھ کہنا فضول ہے؛ لیکن یہ مسلمانوں کا کام نہیں کہ وہ اپنے مسلم بھائیوں سے راہ فرار اختیار کریں، ان کے دکھ درد میں شریک نہ ہو، وہ بھی صرف اقتدار کی خاطر، جبکہ حکومت اور اقتدار کی جہاں تک بات ہے تو اللہ جب تک چاہے گا اس وقت کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا ہے، لیکن جب زوال آئیگا تو تمام تدبیریں، تمام مصلحت شناسی، تمام خموشیاں رکھی رہ جائیں گی، کوئی بچانے نہیں آئیگا، دنیا کی تاریخ اس بات پر شاہد اور گواہ ہے کہ صدام حسین، معمر قذافی، حسنی مبارک، اور کچھ حکمراں جن میں نواز شریف اور پرویز مشرف وغیرہ شامل ہیں، ان تمام پر گذرے ہوئے برے حالات موجودہ حکمرانوں کی عبرت کیلئے کافی ہیں، مولانا ابوالکلام آزادؒ نے کہا تھا کہ "جس طرح ہمارے جسم کے اندر ہر سانس ایک انقلابی حیثیت رکھتا ہے یعنی ایک سانس آنے بعد دوسرے کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا ہے، یہی صورت حال دنیا اور اس کے نظام کی ہے کب کہاں کیا ہوجائے کچھ نہیں کہا جا سکتا ہے"۔

اس وقت جو حالات مسلمانوں کو دنیا میں درپیش ہیں، ان کے حوالے سے دل برداشتہ ہونے کی ضرورت نہیں، بلکہ اصل ضرورت اس بات کی ہے کہ غور وفکر کے ذریعہ اس کا پتہ لگایا جائے کہ یہ حالات اور مشکلات کیوں آئے ان کے پیچھے کیا وجوہات ہیں جب تک اصل مرض کی طرف رجوع نہیں کیا جائیگا اس وقت تک بیماری کا علاج ممکن نہیں چاہے کتنے ہی ہاتھ پاؤں مار لیے جائیں، اس موقع پر غزوۂ احد کا ذکر نا گزیر ہے، غزوۂ احد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے تمام صحابہ شدید مشکلات سے دوچار ہوئے، آپ خود بھی شدید زخمی ہوئے، آپ کے چچا حضرت حمزہ سمیت تقریباً ۷۵ صحابہ شہید ہوئے، تو اس موقع پر غم کا ہونا فطری تھا، اللہ کی طرف سے آپؐ کو غمگین دیکھ کر تسلی دی گئی اور یہ آیت نازل ہوئی "اور تم ہمت مت ہارو اور رنج مت کرو اور غالب تم ہی رہوگے اگر تم پورے مومن رہے"۔ (سورہ آل عمران آیت ۱۳۹)

اصلاح معاشرہ

اسلام میں طلاق کا قانون اور اس کا فلسفہ

مولانا محمد عمر قاسمی مجاہد پوری

اللہ تعالی نے تمام حیوانات ونباتات کو جوڑا جوڑا بنا کر پیدا کیا ہے، یعنی تمام جانداروں کو نر و مادہ کے روپ میں ڈھالا ہے، تا کہ ان کے ملاپ سے ان کی نسلیں مشیت الٰہی کے تحت تسلسل کے ساتھ جاری رہیں اور جدید تحقیقات کے مطابق یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ پیڑ پودوں میں بار آوری کا یہ عمل نہایت درجہ حیران کن طریقوں سے عمل میں آتا ہے، جو کارساز عالم کی ربوبیت اور اس کی کرشمہ سازیوں کا ایک انوکھا روپ ہے۔

حیوانی دنیا میں اللہ تعالیٰ نے ہر نوع اور ہر صنف میں ایک دوسرے کیلئے کشش والفت رکھ دی ہے تا کہ وہ ایک دوسرے کی طرف کھینچ سکیں، اور ان کے درمیان مل ملاپ کا سلسلہ جاری رہے، مگر جہاں تک نوع انسانی کا تعلق ہے اس پر خالق کائنات نے چند قیود و پابندیاں عائد کر کے دیگر انواع حیات کے برعکس آزاد جنسی تعلق کو ممنوع قرار دیا ہے، کیونکہ انسان محض ایک حیوان یا کوئی پیڑ پودا نہیں، بلکہ اشرف المخلوقات ہے، جس کو ذہنی واخلاقی شعور سے بھی سرفراز کیا گیا ہے، اور اسی ذہنی واخلاقی شعور کی بنا پر اسے ایک ذمہ دار اور مہذب ہستی قرار دیا گیا ہے، اور اس منصب سے دیگر تمام انواع حیات محروم ہیں۔

مجرد جنسی لذت طلبی ممنوع:

اللہ تعالی نے نوع انسانی کے لئے جب آزاد جنسی تعلق کو ممنوع قرار دیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ اب ایک محدود دازدواجی زندگی گزارے اور اس کے لئے اس نے نکاح کا ضابطہ تجویز کیا ہے، یہی وجہ ہے کہ تمام آسمانی مذاہب میں لوگوں کو نکاح کی ترغیب دی گئی ہے، اور (سفاح) یعنی بغیر نکاح کے کسی عورت سے جنسی تعلق قائم کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے مردوں اور عورتوں پر لعنت فرمائی ہے، جو محض جنسی لذت کی خاطر بے راہ روی میں مبتلا ہوں، اور آزاد جنسی تعلقات کے خواہشمند ہوں یا محض تنوع اور لطف اندوزی کی خاطر شوہر بیوی کو طلاق دینے والا ہو، یا بیوی شوہر سے طلاق طلب کرنے والی ہو، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "لعن اللّٰہ الذوّاقین والذوّاقیات" اللہ لعنت کرے جنسی چسکا اٹھانے والے مردوں اور عورتوں پر۔

غرض اسلام میں جس طرح آزاد جنسی تعلق اور خفیہ آشنائی اور داشتہ گری کی ممانعت ہے، اسی طرح جنسی عیاشی کی خاطر اپنی منکوحہ عورت کو بلا وجہ طلاق دے کر کسی دوسری عورت سے بیاہ رچانا بھی سخت ناپسندیدہ فعل ہے، چنانچہ سورۂ نساء میں جہاں پر محرمات (وہ عورتیں جن سے کسی صورت میں نکاح نہ ہو سکے) کا بیان آیا ہے وہاں پر یہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ باقی عورتیں (غیر محرمات) صرف اسی صورت میں حلال ہوسکتی ہیں جب کہ وہ قید نکاح میں آچکی ہوں یعنی آزاد شہوت رانی نہ پائی جاتی ہو۔

"وَاُحِلَّ لَكُمۡ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمۡ اَنۡ تَبۡتَغُوۡا بِاَمۡوَالِكُمۡ مُّحۡصِنِيۡنَ غَيۡرَ مُسٰفِحِيۡنَ"۔ (سورۂ نساء آیت نمبر ۲۴)

اور ان (محرمات) کے سوا باقی عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں، اس طرح کہ مال خرچ کر کے ان سے نکاح کر لو بشرطیکہ اس سے مقصود

عفت قائم رکھنا ہو نہ کہ شہوت رانی کرنا، اس کی مزید وضاحت سورۂ مائدہ میں اس طرح کی گئی ہے: "اِذَآ اٰتَیْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِیْنَ غَیْرَ مُسَافِحِیْنَ وَلَا مُتَّخِذِیْٓ اَخْدَانٍ"۔ (سورہ مائدہ آیت نمبر ۵)

جب کہ تم ان عورتوں کے مہر انہیں دیدو اس طور پر کہ تم قیدِ نکاح میں آ جاؤ نہ کہ بدکاری کرنے والے اور نہ خفیہ آشنائی کرنے والے ہو۔

زناکاری میں معاشرے کی تباهی:

اس اعتبار سے اسلامی شریعت میں نکاح کی ترغیب دی گئی ہے، اور بے نکاحی جنسی تعلقات یعنی زنا کاری کی سخت مذمت کی گئی ہے، اسلام میں زنا کاری ایک سخت ترین معاشرتی گناہ اور قابل تعزیر جرم ہے، اگر کوئی شادی شدہ مرد اور شادی شدہ عورت اس فعل بد میں مبتلا ہو جائے تو اس کی سزا ان دونوں کی سنگساری ہے، لہٰذا اپنی جنسی خواہش کو پورا کرنے کے لئے اسلام مرد اور عورت کو حلال طریقہ اختیار کرنے یعنی نکاح کا ذریعہ اپنانے کی تاکید کرتا ہے، تاکہ معاشرے میں بداخلاقی اور جنسی مفاسد فروغ نہ پائیں جو اس کی تخریب وتباہی کا باعث ہوتے ہیں، ظاہر ہے کہ جس معاشرے میں آزاد جنسی تعلقات یا زنا کاری کا دور دورہ ہو اس کا خاندانی نظام ٹوٹ جاتا ہے، لاوارث اور حرامی بچوں کی بہتات ہوجاتی ہے، افراد معاشرے کی اخلاقی حالت گرجاتی ہے، اور وہ بہت سے امراض خبیثہ کا شکار بھی ہوجاتے ہیں جیسا کہ آج مغربی ممالک میں جنسی انارکی اور انتشار کی بدولت حالات بد سے بدتر ہو گئے ہیں اور اس سلسلہ میں جو اعداد وشمار ہمارے سامنے آئے ہیں، وہ حد درجہ ہولناک ہیں، اسی وجہ سے اسلام میں آزاد جنسی تعلقات یا زنا کاری کی سخت سے سخت سزا تجویز کی گئی ہے، تاکہ لوگ اس سے عبرت حاصل کریں، اور اس کی برائی ان کے ذہن ودماغ میں بیٹھ جائے۔

طلاق کا جواز کس لئے:

جس طرح نکاح ایک شرعی وسماجی بندھن ہے جو مرد اور عورت کو ایک رشتہ میں منسلک کردیتا ہے، اسی طرح طلاق ایک ایسا اعلان ہے، جو دونوں کو ایک دوسرے سے جدا کردیتا ہے۔

نکاح کا مقصد گھریلو تعلقات کی استواری اور طرفین کا اپنی اپنی ذمہ داریوں کو خوش اسلوبی کے ساتھ ادا کرتے رہنا ہے، مگر بعض اوقات اختلاف مزاج یا طرفین میں سے کسی کے ظلم وزیادتی یا دیگر وجوہات کی بنا پر اپنی ذمہ داریوں کو خوش اسلوبی کے ساتھ ادا کرنا ممکن نہیں رہتا۔

ایسی صورت میں جب معاملہ حد سے بڑھ جائے اور کسی اصلاح کی امید ہی باقی نہ رہ جائے تو پھر شریعت اجازت دیتی ہے، کہ طلاق یا خلع کے ذریعہ اس معاشرتی بندھن سے چھٹکارا حاصل کرلیا جائے، بلکہ بعض اوقات شر سے بچنے کے لئے اس قسم کا چھٹکارا حاصل کرلینا ہی زیادہ بہتر ہوتا ہے، تاکہ مزید خرابیاں پیدا نہ ہونے پائیں۔

اسلام طلاق کو قانوناً ناجائز قرار نہیں دیتا، اگرچہ بعض مذاہب کی نظروں میں طرفین کو سوائے موت کے کوئی چیز ایک دوسرے کو جدا نہیں کرسکتی، ظاہر ہے کہ جب نکاح سے مقصود ازدواجی تعلقات کی خوشگواری اور خاندانی وعائلی نظام میں رخنہ پڑنے کا اندیشہ پیدا ہوجائے، تو پھر ایسا بندھن کس کام کا جو ایک رستا ہوا ناسور اور معاشرہ کا پھوڑا بن جائے، غور کیجئے نکاح کا مقصد صرف اتنا ہی نہیں ہے کہ ایک مرد اور ایک عورت کسی نہ کسی طرح ایک رشتے میں بندھے رہیں، خواہ ان کے باہمی تعلقات کتنے ہی خراب کیوں نہ ہوگئے ہوں۔

طبیعتوں اور مزاجوں کا اختلاف ایک امر واقعہ ہے، اس کے علاوہ بعض مخصوص سماجی عوامل ایسے بھی ہوتے ہیں جو اس اختلاف کو اور زیادہ ہوا دینے والے ہوتے ہیں، مثلاً طرفین کے خاندانی روابط میں بگاڑ اور ایک دوسرے کے ساتھ مخالفانہ ومخاصمانہ رویہ وغیرہ اور بعض اوقات یہ تمام اسباب وعوامل مل کر مرد کو طلاق دینے اور عورت کو خلع حاصل کرنے پر مجبور کردیتے ہیں۔

اسلام چونکہ ایک فطری اور عقلی مذہب ہے اس کے تمام احکام بھی علم وحکمت سے لبریز ہیں، چونکہ اسلام نے آزاد جنسی تعلق یا زنا کاری

کوحرام اور قابل تعزیر جرم قرار دیا ہے، لہٰذا جب شوہر اور بیوی کے تعلقات بگڑ جائیں اور ان دونوں میں کسی طرح بھی صلح نہ ہو سکے تو بہتر یہی ہے کہ ان دونوں کا راستہ الگ الگ کر دیا جائے، ورنہ ظاہر ہے کہ اس کشیدہ اور ابتر صورت میں زبردستی ان کو باندھ کر رکھنے کا نتیجہ زنا کاری یا خفیہ جنسی تعلق کا دروزاہ کھولنا ہوگا، مگر اسلام نے چونکہ پہلے ہی اس پر بندش لگادی ہے، تو اب دوسرا راستہ سوائے طلاق کے اور کچھ نہیں ہے، اور اسی میں ان دونوں کا بھلا ہے، یہ ہے اسلام میں عقلی اعتبار سے طلاق کی حکمت۔

طلاق سخت ناپسندیدہ چیز:

مگر اس موقعہ پر یہ بات بھی خوب اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ نکاح اگر چہ بظاہر ایک معاشرتی وعمرانی معاہدہ نظر آتا ہے، مگر درحقیقت وہ تمدنی معاملات کے برعکس تعبدی حیثیت کا حامل بھی دکھائی دیتا ہے کیونکہ وہ ایک اعتبار سے سنت وعبادت کی حیثیت بھی رکھتا ہے یعنی اس میں ایک گونہ مذہبی تقدس کا عنصر بھی شامل ہے، اگر چہ وہ ایک ''اٹوٹ بندھن'' نہ ہو، اسی وجہ سے دیگر تمدنی معاملات کے برعکس نکاح کے بندھن کو بلا وجہ توڑنا یعنی طلاق دینا اسلام کی نظر میں سخت ناپسندیدہ بات ہے، کیونکہ وہ حقیقتاً دو خاندانوں کے بگاڑ کا سبب ہے، جس کی وجہ سے بسا اوقات معاشرے میں سخت قسم کا انتشار پیدا ہوجاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق کو حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز قرار دیا ہے، چنانچہ اس سلسلے میں چند حدیثیں ملاحظہ ہوں:

(۱) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "مَا اَحَلَّ اللّٰہُ شَیْئًا اَبْغَضُ اِلَیْہِ مِنَ الطَّلَاقِ"۔ (ابوداؤد کتاب الطلاق)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے طلاق سے زیادہ ناپسندیدہ کسی چیز کو حلال نہیں کیا۔

(۲) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "یامعاذ! مَا خَلَقَ اللّٰہُ شَیْئًا عَلٰی وَجْہِ الْاَرْضِ اَحَبُّ اِلَیْہِ مِنَ الْعِتَاقِ وَلَا خَلَقَ شَیْئًا عَلٰی وَجْہِ الْاَرْضِ اَبْغَضُ اِلَیْہِ مِنَ الطَّلَاقِ"۔ (سنن دارقطنی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاذ! اللہ نے روئے زمین پر غلام آزاد کرنے سے زیادہ پسندیدہ کوئی چیز پیدا نہیں کی، اور اسی طرح روئے زمین پر طلاق سے زیادہ ناپسندیدہ کوئی دوسری چیز بھی پیدا نہیں کی۔

(۳) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "اِنَّ مِنْ اَبْغَضُ الْحَلَالِ اِلَی اللّٰہِ اَلطَّلَاقُ" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے نزدیک حلال چیزوں میں سب سے سخت ناپسندیدہ چیز طلاق ہے۔

(۴) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "تَزَوَّجُوْا وَلَا تُطَلِّقُوْا فَاِنَّ الطَّلَاقَ تَھْتَزُّ مِنْہُ الْعَرْشِ" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نکاح کرو اور طلاق مت دو کیونکہ طلاق کی وجہ سے عرش ہلنے لگتا ہے۔

اس اعتبار سے دیکھا جائے تو نظر آئے گا کہ اسلام میں نکاح کی حیثیت نہ تو قدیم عیسائیت اور ہندومت کی طرح جنم جنم کا بندھن ہے اور نہ محض ایک تمدنی یا سیاسی بندھن کہ چاہا معاہدہ کرلیا اور جب چاہا توڑ دیا، بلکہ ایسا کرنا یعنی ذوقیت یا محض لطف اندوزی کی خاطر نکاح کرتے رہنا سخت مذموم ومعیوب ہے۔

طلاق کب جائز اور کب ناجائز:

حاصل یہ ہے کہ طلاق دینے کے معاملے میں سخت احتیاط اور توازن کی ضرورت ہے، طلاق نہ دینے کی صورت میں جس طرح خرابیاں پیدا ہوسکتی ہیں، اسی طرح طلاق دینے کی صورت میں بھی بگاڑ پیدا ہوسکتا ہے، لہٰذا طلاق دینے سے پہلے ان دونوں پہلوؤں پر ہر اعتبار سے سوچ لینا چاہئے، طلاق کے جائز یا ناجائز ہونے کے اعتبار سے چار مندرجہ ذیل قسمیں ہیں:

(۱) واجب (۲) مستحب (۳) حرام (۴) مکروہ۔

طلاق واجب اسی وقت ہوتی ہے کہ جب شوہر اور بیوی کے جھگڑے میں فیصلہ کرنے والے ثالثوں کی رائے یہ ہو کہ ان دونوں کو الگ کر دینا ہی بہتر ہے۔

طلاق مستحب اس وقت ہوتی ہے جب شوہر و بیوی متفق نہ ہوں اور دونوں کے درمیان شدت پیدا ہو جائے، اس صورت میں گناہ سے بچنے کے لئے دونوں کو الگ ہو جانا ہی بہتر ہے۔

طلاق ناجائز وحرام اس صورت میں ہوتی ہے جب عورت مدخولہ (مباشرت کی ہوئی) ہونے کی صورت میں حیض کی حالت میں ہو یا اسے طہر (عورت پاکی کی حالت میں ہو) جس میں وہ عورت سے مباشرت کر چکا ہو، طلاق مکروہ اس صورت میں ہوگی جب کہ میاں بیوی کے تعلقات درست ہوں اور دونوں ایک دوسرے کے حقوق ادا کر رہے ہوں۔ (تفسیر ابن جوزی)

طلاق کا حق مرد ھی کو کیوں:

غرض اس موقعہ پر ایک اہم سوال یہ ہے کہ طلاق دینے کا حق کس کو ہے، آیا مرد کو یا عورت کو؟ تو اسلام نے یہ حق اصلاً مرد کو دیا ہے کہ وہ اپنی صوابدید کے مطابق سوچ سمجھ کر اس حق کو استعمال کرے، اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ فطری وطبعی اعتبار سے عورت کے مقابلے میں مرد میں تحمل بردباری اور دوراندیشی کا مادہ زیادہ ہوتا ہے اور اس لحاظ سے ایک شخص اپنی بیوی کو طلاق دینے سے پہلے ہزار بار اپنے مستقبل کے بارے میں سوچے گا کہ اسے طلاق دینی چاہئے یا نہیں اور جب وہ طلاق دینے کا فیصلہ کر ہی لے گا تو اس کا یہ فیصلہ طویل غور وخوض کا نتیجہ ہوگا، اور دوسری وجہ یہ ہے کہ مرد کے اوپر عورت کے مقابلے میں ذمہ داریاں بہت زیادہ ہوتی ہیں، معاشی کفالت وخبرگیری کا بوجھ بھی اس کے کندھوں پر رہتا ہے، اور صاحب اولاد ہونے کی صورت میں تو وہ سراپا ذمہ دار بن جاتا ہے، لہٰذا وہ طلاق دینے سے پہلے ان تمام پہلوؤں پر اچھی طرح سوچ لیتا ہے کہ اس اقدام کے نتیجہ میں اسے کیا کیا نقصان ہو سکتے ہیں، اس کے برعکس اسلامی قانون کی رو سے عورت پر معاشی ذمہ داریوں کا بوجھ نہیں ڈالا گیا، اس وجہ سے عورت کو یہ حق نہیں دیا گیا اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر عورت کو بھی یہ حق دیدیا جاتا تو چونکہ وہ زیادہ جذباتی ہوتی ہے، اس لئے وہ بغیر غور وفکر کے بات بات پر طلاق دیتی، پھر بھی

اسلام نے عورت کے ساتھ انصاف کرتے ہوئے خلع کا حق دیا ہے، اگر وہ چاہے تو کسی معقول بنیاد پر مرد سے علیحدگی کا مطالبہ کرسکتی ہے اور اس اعتبار سے اسلامی شریعت نے نہایت درجہ دانشمندی کے طور پر عورت اور مرد دونوں کی فطرت اور طبیعت کو ملحوظ رکھتے ہوئے حد درجہ منصفانہ اور مناسب حال احکام جاری کئے ہیں، قرآن مجید اس مسئلہ میں صاف صاف کہتا ہے: "الذی بیدہ عقدۃ النکاح"۔ (سورۂ بقرہ آیت نمبر ۲۳۷)

وہ شخص جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے وہ شوہر ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ نکاح مکمل ہو جانے کے بعد نکاح کو قائم رکھنے یا ختم کرنے کا مالک شوہر ہے اور وہی طلاق دے سکتا ہے۔

طلاق کا صحیح طریقه:

جب کوئی شخص کسی وجہ سے اپنی بیوی کو طلاق دینے پر مجبور ہو جائے تو اصل اسلامی قانون کے مطابق اس کا سنت طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق نہ دے، بلکہ پاکی کی حالت میں ایک طلاق دے بشرطیکہ اس طہر میں اپنی بیوی سے مباشرت نہ کی ہو، پھر عورت کو اپنی حالت پر چھوڑ دے، قانون شرعی کے مطابق یہ طلاق رجعی ہوگی، بشرطیکہ عورت سے نکاح کرنے کے بعد مباشرت بھی کر چکا ہو، اور اگر صرف نکاح ہی ہوا تھا، تو یہ طلاق بائن ہوگی، نیز جب پاکی کے زمانہ میں طلاق رجعی دیدی، تو عدت پوری ہونے پر یہ طلاق رجعی، طلاق بائن ہو جائے گی، طلاق بائن کے بعد آپس کی رضامندی سے دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے، ''الطلاق مرتان'' طلاق دوبار ہے (یعنی طلاق رجعی دوبار ہے) جس میں طلاق دینے والے کو غور کرنے کا کافی موقعہ مل جاتا ہے، خلاصہ ایسی طلاق جس میں رجوع کرنیکا حق باقی رہتا ہے، وہ صرف ایک یا دو طلاق تک ہی ہوتا ہے، اگر شوہر تین طلاقیں دیدے تو خواہ متفرق اوقات میں دے یا بیک وقت تین طلاقیں دے تو اس سے طلاق مغلظہ ہو جاتی ہے، جب شوہر نے شریعت کی دی ہوئی رعایتوں کی پاسداری نہ کی تو اب یہ سزا دی گئی کہ اب دوسرے

شوہر سے نکاح اور جماع کئے بغیر پہلے شوہر سے نکاح نہیں ہوسکتا، کیونکہ بیوی کے روپ میں اللہ تعالی نے اسے دنیا کی جو سب سے بڑی نعمت عطا کی تھی اس کی اس نے صحیح قدر نہیں کی بلکہ اس نعمت کو پائے حقارت سے ٹھکرادیا ہے، تو اسے اس کے شرعی نتائج بھگتنے ہی ہوں گے، یہ نہیں ہوسکتا کہ ایک شخص خدا کی نعمت کو حقارت سے ٹھکرائے بھی اور وہ اس سے چمٹا بھی رہے، لہٰذا اب اس کی سزا یہ ہے کہ اب اس کی بیوی جب تک کسی دوسرے مرد کا منہ نہ دیکھ لے وہ پہلے شوہر کے لئے حلال نہیں ہوسکتی، اور اس کے لئے بھی عورت کی رضامندی کے علاوہ نئے سرے سے اور نئے مہر کے ساتھ نکاح ضروری ہے اور شریعت کا یہ پورا ضابطہ حکمتوں اور مصلحتوں سے بھرا ہوا ہے۔

طلاق معقول قانون ہے:

مندرجہ بالا مضامین سے بخوبی واضح ہوگیا کہ اسلامی شریعت ایک معیاری معقول متوازن شریعت ہے ، جو آزاد جنسی تعلقات اور (ذواقیت) جنسی مزہ چکھنے پر پابندی عائد کرتے ہوئے صرف نکاح کی حدود میں اپنی جنسی خواہش پورا کرنے پر زور دیتی ہے، اور غیر نکاحی طریقوں سے اجتناب کرنے کی تاکید کرتے ہوئے ہر مرد وعورت کو پاکیزہ زندگی بسر کرنے پر ابھارتی ہے اور طلاق کی اجازت سخت مجبوری کی حالت میں دیتی ہے، جب کہ اصلاح معاشرہ کے نقطہ نظر سے اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہ رہ جائے، ظاہر ہے کہ اس اعتبار سے یہ قانون دور وحشت یا قرون مظلمہ کی کوئی یادگار نہیں بلکہ ایک معقول قانون ہے اور اسلام دنیا کا پہلا مذہب ہے جس نے ساڑھے چودہ سو سال پہلے معقول ضابطہ پیش کرکے عصر جدید کی رہنمائی کی ہے اور موجودہ ترقی یافتہ دنیا کو جلد یا بدیر اس مکمل ضابطہ کو تسلیم کئے بغیر کوئی چارہ کار نہیں کیونکہ یہ ضابطہ ہر قسم کے افراد وتفریط سے پاک جامع اور حکیمانہ ضابط ہے جس میں مرد وعورت دونوں کے حقوق کی پوری پوری رعایت ملحوظ رکھی گئی ہے، اور اس میں عورت پر ظلم یا اس کے حقوق پر دراندازی کا کوئی شائبہ بھی موجود نہیں ہے، بلکہ یہ قانون آج اکثر صورتوں میں عورت کی جان بچاتا ہے، خاص کر ہندوستان میں جہاں پر جہیز کی وبا کے سبب ہزاروں عورتوں کو دن دہاڑے جلا کر یا گلا گھونٹ کر مار دیا جاتا ہے، اگر ہندو مذہب میں طلاق کا قانون عام ہوتا تو یہ صورت حال کبھی بھی پیش نہ آتی بلکہ بے کس ومظلوم عورتوں کی جان بچ جاتی۔

خلاصہ بحث حاصل یہ کہ ایک صالح معاشرہ کی تعمیر کے لئے بعض اوقات طلاق کا ضابطہ نہایت ضروری ہوتا ہے، ہاں البتہ اس کا غلط استعمال خرابیاں پیدا کرسکتا ہے، لہٰذا اس معاملے میں افراد وتفریط سے بچتے ہوئے اعتدال اور میانہ روی اختیار کرلی جائے، ظاہر ہے نکاح کا مقصد محض یہ نہیں ہے کہ ایک مرد اور ایک عورت کسی نہ کسی طرح ایک دوسرے کے ساتھ بندھے رہیں، خواہ ان دونوں کے باہمی روابط کتنے ہی کشیدہ کیوں نہ ہوں بلکہ مقصود حقیقی یہ ہے کہ ان دونوں کے ملاپ سے ایک اچھی اور خوشحال زندگی وجود میں آئے اور وہ دونوں اپنی زندگی کا سفر ایک دوسرے کے حقوق وواجبات کو ادا کرتے ہوئے خوش اسلوبی کے ساتھ طے کریں؛ لیکن جب دونوں کے تعلقات سخت کشیدہ ہوجائیں جس کی بناپر یہ اندیشہ ہوجائے کہ وہ اللہ تعالی کی مقرر کردہ حدوں کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو اس صورت میں ان دونوں کا الگ ہوجانا ہی معاشرے کے حق میں بہتر ہوگا اور اس قسم کے سخت حالات میں بھی علیحدگی کا دروازہ نہ کھولنا انسان سے اس کے آزادانہ حق انتخاب کو چھیننے کے مترادف ہوگا، ظاہر ہے جب کسی انسان کی ازدواجی زندگی اجیرن ہوگئی ہو اور وہ متوقع خوشیوں اور مسرتوں سے محروم ہوچکا ہو مگر اس کے باوجود بھی اگر اسے علیحدگی کا حق نہ ملے تو اس کے سامنے دو ہی راستے رہ جاتے ہیں یا تو وہ خودکشی کرے یا بیوی کا گلا گھونٹ کر مار ڈالے اس اعتبار سے طلاق کا ضابطہ ایک صالح معاشرہ کی تعمیر کے لئے بہت ضروری ہے، جو اکثر حالتوں میں مرد یا عورت کی جان بچاتا ہے، بلکہ واقعہ کے اعتبار سے اس میں عورتوں کی زندگی محفوظ رہتی ہے۔

تبصرے

نئی کتابوں پر تبصرہ

محمد مسعود عزیزی ندوی

نام کتاب: مولانا سمیع الحق حیات وخدمات (دوجلدیں)

نام مؤلف: مولانا عبدالقیوم حقانی

صفحات: ہردوجلد ۹۴۴ر قیمت: درج نہیں

ناشر: القام اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ خالق آباد، نوشہرہ، پاکستان

پیش نظر کتاب حضرت مولانا سمیع الحق صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم حقانیہ اکوڑا خٹک پاکستان کے تذکرہ وسوانح حیات پر مشتمل ہے، جوایک مردمجاہد کی کہانی ہی نہیں بلکہ ایک عہد کی تاریخ اور ایک سبق آموز داستان ہے، جس میں صاحب سوانح کے علم وقلم، ادب وتاریخ، درس وتدریس، اعلاء کلمۃ الحق، قومی وملی اور سیاسی خدمات، قادیانیت سمیت تمام فرقہ باطلہ اور امت مسلمہ کے خلاف عالمی صلیبی اور صہیونی دہشت گردی کا تعاقب، نفاذ شریعت کے لئے پارلیمنٹ کے اندر اور باہر تاریخ ساز جدوجہد، افغان جہاد اور تحریک طالبان سے لیکر دفاع پاکستان کونسل تک تقریباً پون صدی پر مشتمل دلآ ویز اور سبق آموز داستان عزیمت ہے۔

دراصل کتاب کی دونوں جلدیں ۲۱/ابواب پر مشتمل ہیں، پہلی جلد میں بارہ ابواب اور ۴۷۲ر صفحات اور دوسری جلد میں نو ابواب اور ۴۷۲ر صفحات ہیں، ابواب کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

پہلا باب: پیدائش، ابتدائی تعلیم وتربیت، تحصیل وتکمیل علم، تذکرۃ الاساتذہ اورسندات۔

دوسراباب: درس وافادہ، انداز تدریس وتقریر، درسی خصوصیات وامتیازات۔

تیسراباب: جامعہ دارالعلوم حقانیہ کی تعمیر وترقی اور فیضان علم میں مرکزی اور بنیادی کردار۔

چوتھاباب: ''ماہنامہ الحق''، آغاز ورفتار کار، ثمرات اور انقلابی اثرات۔

پانچواں باب: تصنیف وتالیف، تعزیتی شذرے اور ذوق شعروادب۔

چھٹاباب: ردفرق باطلہ، قادیانیت، رافضیت اور پرویزیت وغیرہ۔

ساتواں باب: تحفظ ناموس صحابہ واہل بیت۔

آٹھواں باب: تجدد واستشراق اور ماڈرن ازم کا فکری وعملی تعاقب۔

نواں باب: سائنس کی فتنہ سامانیاں اسلام اور عہد حاضر کے سائنسی کارنامے۔

دسواں باب: مشن، دینی مقاصد اور اسلامائزیشن کے لئے سیاسی اور جماعتی جدوجہد۔

گیارہواں باب: نفاذ شریعت کی جدوجہد سیاسی وپارلیمانی کردار، ایوان میں شریعت بل کا معرکہ۔

بارہواں باب: عورت کی حکمرانی کے خلاف جدوجہد۔

تیرہواں باب: جہاد افغانستان میں مولانا سمیع الحق کا کردار۔

چودہواں باب: تحریک طالبان افغانستان کا اجمالی تعارف۔

پندرہواں باب: دفاع افغانستان وپاکستان کونسل کی تشکیل۔

سولہواں باب: ملی یکجہتی کونسل کا قیام۔

سترہواں باب: مواعظ ونصائح، دعوت وتبلیغ اور خطبات۔

اٹھارہواں باب: مردمجاہد کی بارگاہ میں۔

انیسواں باب: بیرون ملک اسفار، اسلام کی سفارت ودعوت اور پہلے سفر حرمین کی جھلکیاں۔

بیسواں باب: مغرب کی یورش ویلغار اور مولانا سمیع الحق کا اعلاء کلمۃ الحق۔

اکیسواں باب: تحریک طالبان پاکستان امید ویاس اور سازشوں کے سائے۔

ابواب کی ان تفصیلات سے کتاب کی ضخامت اور اس کی علمی اور ادبی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، پھر سب سے بڑھ کر کتاب کے مصنف حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی جو ایک بڑے محدث، عظیم مؤرخ، بڑے سوانح نگار، زبردست قلمکار، سلجھے ہوئے صحافی، اور پانچ چھ درجن کتابوں کے مصنف ہیں، ان کا تجربہ کار اور سیال قلم کیسے موتی بکھیرے گا، کیسے ادبی شہ پارے صفحۂ قرطاس پر نقل کرے گا، یہ ہر صاحب علم سمجھ سکتا ہے، اور کتاب کی علمی اور معنوی جسامت اور ضخامت سے لطف اندوز ہوسکتا ہے اور بھرپور فائدہ اٹھاسکتا ہے، جس عظیم انسان کے حالات مولانا موصوف نے قلم بند فرمائے ہیں ان کی بھاری بھرکم شخصیت پر اور بھی کئی جلدیں لکھی جاسکتی ہیں، مگر قادر الکلام مصنف نے گویا دریا کو کوزہ میں بند کرکے اپنی اعلیٰ قابلیت اور صلاحیت کا لوہا منوالیا ہے، کتاب بڑی دلچسپ اور پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے، باذوق قارئین حاصل کرکے فائدہ اٹھاسکتے ہیں۔

نام کتاب: استاد (فرش سے عرش تک پہنچانے والی ذات)
مرتب: مولانا کبیرالدین فاران مظاہری
صفحات: ۴۴ / قیمت: ۳۵ / روپئے
ناشر: مکتبہ عزیزیہ، مسروالا، ہماچل پردیش

پیش نظر کتاب ''استاذ'' حضرت مولانا کبیرالدین فاران مظاہری ناظم مدرسہ قادریہ مسروالا ہماچل پردیش کے تجربہ کار قلم کا عظیم شاہکار ہے، مولانا موصوف نے اس کتاب میں استاد کی صفات، اس کے اخلاق، اس کا بلند مقام، اور اس کی تربیت کے انداز پر سیر حاصل بحث کی ہے، اور ایسے اصول وضوابط اور ہدایات پیش فرمائی ہیں کہ اگر واقعی کوئی اس کتاب کو پڑھ لے، تو وہ صحیح معنی میں مربی اور استاد بن سکتا ہے، اور اپنے اندر وہ جوہر ولیاقت پیدا کرسکتا ہے، جو ایک بہترین مربی واستاد کی صفات کیلئے لازم وضروری ہے، شاگردوں کے ساتھ استاد کا کیا رویہ ہونا چاہئے، ان کے ساتھ کس طرح پیش آنا چاہئے، اس طرح کی تمام باتیں اس کتاب میں پیش کی گئی ہیں، مولانا خود ایک تجربہ کار مربی واستاد ہیں، اس لئے انہوں نے جو باتیں تحریر کی ہیں وہ ایک تجربہ کار ومربی کے تجربات کا نچوڑ ہیں، اس لئے تمام مدرسین واساتذہ کو کتاب حاصل کرکے فائدہ اٹھانا چاہئے، اپنے اندر وہ جوہر پیدا کرنے چاہئیں جو ایک لائق اور قابل استاد کے لئے ضروری ہیں، اللہ تعالیٰ مولانا کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

نام کتاب: بچوں کیلئے احکام ومسائل
مرتب: مولانا عبدالسلام ابراہیم مارویا، لاجپوری
صفحات: ۲۹۶ / قیمت: درج نہیں
ناشر: مکتبہ سلیمانیہ، اجمیری محلّہ، لاجپور، سورت (گجرات)

پیش نظر کتاب ''بچوں کے لئے احکام ومسائل'' مولانا عبدالسلام ابراہیم لاجپوری مقیم حال لندن کی اہم ترین تصنیف ہے، جو ہر صاحب اولاد کے لئے خاصے کی چیز ہے، جس میں بچوں کی تربیت کے سلسلہ میں اہم گفتگو کی گئی ہے، مثلاً مندرجہ ذیل عناوین ملاحظہ فرمائیے:

(۱) بچہ کی پیدائش پر اظہار مسرت اور والدین کو مبارک باد پیش کرنا (۲) نومولود کے کان میں اذان اور اقامت (۳) تحنیک (۴) بچوں کے نام کیسے رکھیں (۵) بچے کے سر کے بال اتروانا اور انکے وزن کے برابر صدقہ کرنا (۶) نومولود اور عقیقہ (۷) نومولود اور ختنہ (۸) کتاب الایمان والعقائد (۹) طہارت کے مسائل (۱۰) نابالغ کی اذان کا حکم (۱۱) نماز اور بچوں کی نماز کے احکام ومسائل (۱۲) نابالغ بچوں کو مسجد میں لانے کا حکم (۱۳) بچوں کو بڑوں کی صف میں کھڑا کرنا اور صف بنانے کی ترتیب (۱۴) بچے کی امامت کا حکم (۱۵) بچہ اور نماز باجماعت (۱۶) کتاب الجنائز (۱۷) نابالغ اور زکوۃ (۱۸) نابالغ اور صدقۃ الفطر۔ (۱۹) روزہ (۲۰) نابالغ بچوں کے حج کے احکام ومسائل (۲۱) نابالغ اور قربانی اور نابالغ کے ذبیحہ کا حکم (۲۲) نابالغ بچوں کے نکاح کا طریقہ (۲۳) لڑکی کی پیدائش پر غمگین ہونا (۲۴) شفقت ومہربانی ہر بچے کا حق ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ (۲۵) رضاعت کے مسائل اور ماں کے دودھ کے فوائد (۲۶) شیرخوار بچے کی تربیت اور ان کے کچھ معالجات (۲۷) لباس کا بیان (۲۸) بچہ کو تعویذ پہنانا اور نظر بد کا علاج (۲۹) بچوں کے کھیل کود اور ان کے کھلونوں کا حکم (۳۰) بچوں کی سالگرہ منانے کا حکم (۳۱) بچوں کی دینی تعلیم اور تربیت کی عمر کیا ہو؟ (۳۲) بچوں کی پٹائی کرنا اور ان کو لعن طعن کرنا (۳۳) نابالغ کی دعوت اور ہدیہ نابالغ کا حکم (۳۴) یتیم کے مال کے مسائل اور اس کا حکم (۳۵) حمل کی میراث اور اس کا حکم (۳۶) نابالغ اور مسافرت (۳۷) طلاق کی عدت (۳۸) اولاد کی پرورش کا بیان (۳۹) لڑکے اور لڑکی کی بلوغت کی علامات (۴۰) متفرقات۔

ان تمام عناوین سے کتاب کی جامعیت، اہمیت اور افادیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، اس لئے قارئین سے گزارش ہے کہ اس کتاب کو حاصل کریں اور اپنے بچوں کی تربیت کے سلسلہ میں اس سے فائدہ اٹھائیں، ماشاء اللہ مؤلف محترم درجنوں کتابوں کے مصنف، لندن جیسی جگہ پر علمی خدمات انجام دے رہے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

نام کتاب: ارشادات خطیب الامت
مرتب: مولانا عبدالسلام ابراہیم مارویا، لاجپوری
صفحات: ۲۰۸ / قیمت: درج نہیں
ناشر: مکتبہ سلیمانیہ، اجمیری محلّہ، لاجپور، سورت (گجرات)

پیش نظر کتاب ''ارشادات خطیب الامت'' حضرت مولانا ابرار احمد دھلیوی سابق شیخ الحدیث فلاح دارین ترکیسر گجرات کے ملفوظات وارشادات کا اہم مجموعہ ہے، جو مولانا عبدالسلام ابراہیم مارویا، لاجپوری امام مسجد قبا اسٹامفورڈ ہل لندن نے بڑی عرق ریزی اور محنت سے جمع فرمایا ہے، جس میں لطائف اور واقعات بھی ہیں اور پند ونصائح بھی، تمام ملفوظات اہم ودلچسپ اور علمی ہیں، ملفوظات جیسا کہ خود ایک وسیع عنوان ہے، اس حساب سے یہ مجموعہ اپنے اندر وسعت لئے ہوئے ہے، اور قاری کو نوع بنوع کی معلومات فراہم کرتا ہے، کتاب پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے، اللہ تعالیٰ مرتب کو جزائے خیر عطا فرمائے اور قارئین کو استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔